جلد : 12

شمارہ : 12

ربیع الثانی : 1440ھ

دسمبر : 2018ء

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین و گرافکس	ثاقب نذر

قانونی مشاورت

- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِ تعاون چوبیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرِ تعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net

Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر : انجینئر مختار فاروقی

طابع : محمد فیاض، مطبع : سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلۡکَلِمَۃُ الۡحِکۡمَۃُ ضَالَّۃُ الۡمُؤۡمِنِ فَحَیۡثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر مختار فاروقی	6
اقبال کا قرینۂ عشق رسول ﷺ	4	ڈاکٹر طالب حسین سیال	10
قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ	5	محمد متین خالد	20
امریکہ، مغرب اور اسرائیل اور عالم اسلام	6	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	34
افکارِ اقبال کی خوشبو	7	پروفیسر رشید احمد انگوی	41
عیش وعشرت کی ثقاوت دعوت کی روایت	8	ڈاکٹر خالد جامعی	48
معاشی دہشت گردوں مسخروں کا احتساب......	9	محمد منظور انور	52
تبصرہ وتعارف کتب	10		57
خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تأثرات	11		60
آئینہ حکمت بالغہ 2018ء	12		62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02) سورة البقرة

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(آیات 21-25)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ

لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو

الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۲۱﴾

جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا؛ تا کہ تم (اس کے عذاب سے) بچو

الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا

وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ

اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لیے انواع واقسام کے میوے پیدا کیے

فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا

اور اگر تم کو اس (کتاب) میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل فرمائی ہے

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٣﴾

اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

لیکن اگر (ایسا) نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾

(اور جو) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

کہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا

جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا

قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا

تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا۔

اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیے جائیں گے

وَ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾

اور وہاں ان کے لیے پاک جوڑے ہوں گے

اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

1

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ

(موطا، عن انس رضی اللہ عنہ)

میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان کو پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: (۱) اللہ کی کتاب اور (۲) اس کے رسول ﷺ کی سنت۔

2

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا

(ابوداؤد، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمّت کے لیے ہر سو سال پر ایسا شخص (مجدّد) اٹھاتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

ے زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

سیّدنا حضرت محمد ﷺ کی سیرت، قرآن اور ہمارے مسائل

انجینئر مختار فاروقی

لیل و نہار کا سلسلہ، عصرِ رواں کی تسبیح کے سفید اور کالے (دن اور رات کے) دانے اور کتابِ زندگی کے اوراق روزانہ ہمارے سامنے پلٹے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا فرمایا، حضرت انسان کو 'تکریم' بخشی (70:17) اور اپنی تخلیق کا شاہکار قرار دیا۔ انسان کی ہدایت کے لیے وحی اور پیغمبر بھیجے تاکہ وہ ہمیں آنکھوں کے سامنے کی دنیا کے علاوہ انسانی نگاہوں اور دماغ سے پوشیدہ ماضی و مستقبل کے حالات بتائیں۔ چنانچہ آسمانی ہدایت نے تخلیق انسانی، پہلے ہدایت یافتہ انسان حضرت آدم علیہ السلام، آسمانی ہدایت کے شاہکار صحیفوں اور کتابوں کا تعارف کرایا۔ آخری کتاب قرآن مجید اور اس کے لانے والے سیّدنا حضرت محمد ﷺ کو آخری پیغمبر قرار دیا اور کامل ترین و مکمل ترین اُسوہ کا حامل 'سِرَاجًا مُّنِيرًا' ٹھہرایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رأفت و کرم و رحمت ہی ہے کہ قرآن مجید اُترا، مخالفین و معاندین کے مطالبے کے باوصف تھوڑا تھوڑا کر کے اُترا تاکہ انسانی شخصیت کے رگ و پے میں اچھی طرح سرایت کر سکے۔ سیّدنا حضرت محمد ﷺ کا اُسوۂ مبارکہ اُسوۂ کامل قرار پایا۔ یہ بات عقل انسانی کے قریب تر ہے اور اٹل حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کا اسوہ 'قرآن مجید' ہی تھا اور آپ ﷺ 'قرآنِ مجسّم' ٹھہرے کہ 'كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن' کے جلی الفاظ کتب احادیث میں درج ہیں۔

قرآن 23 سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا؛ تاکہ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ

(32:25) کا مرحلہ مکمل ہوا اور آپ ﷺ سیرت کے لحاظ سے 'شاہد' اور 'شہید' بنیں اور شہادت علی الناس کا حق ادا ہو سکے۔ قرآن مجید کا ذوق رکھنے والے اہل ایمان جانتے ہیں کہ مکی قرآن اور مدنی قرآن کا کیا فرق ہے اور قرآن مجید حکمت الٰہی کے مطابق جس بابرکت ترتیب سے نازل ہوا وہ بھی یقیناً اہم ہے تکمیل نزول قرآن کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے سامنے ترتیب مصحف کا بھی اہتمام ہوا۔ خلافت راشدہ کا سعادت مند دور ختم رسالت کا ہی ضمیمہ اور تتمّہ ہے کہ اس میں جلد ہی قرآن مجید لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق 'مصحف' کی شکل میں تشکیل پا گیا اس کی تجوید اور قراءت (PRONOUNCIATION) بھی محفوظ کر کے مشیّت ایزدی نے مصحف عثمانی کی صورت میں تا قیامت 'امر' کر دیا تا کہ سند رہے۔

'ترتیب مصحف' کے اٹل ہونے کے باوصف اہل علم وفن یعنی قرونِ اولیٰ سے ہی ہمارے مفسّرین قرآن، محدّثین عظام اور فقہائے کرام رحمہم اللہ ترتیب نزولی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور اس کو تلاش کر کے احکام الٰہی کی حکمتیں اور تفاصیل تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اس ترتیب نزولی اور ترتیب مصحف کے فرق اور دو حقیقتیں قرار پانے میں امّت مسلمہ کے بعد کے ادوار اور 'متأخّرین' کے لیے بے شمار حکمتیں مضمر ہیں جو وقت کے ساتھ سامنے آتی جا رہی ہیں۔

ہمارے نزدیک (اپنے ناقص علم کے مطابق) اللہ نے پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے اتارنے کے باب میں جو سنّت اور طریقہ اختیار فرمایا وہ یہ ہے کہ ایسے رسول اور نبی تو تشریف لائے جن کو کوئی صحیفہ یا کتاب عطا نہ فرمائی ہو مگر ایسی کوئی مثال نقلاً ہمارے سامنے نہیں ہے اور عقلاً بھی عرف عام میں ایسا محال ہے کہ کوئی آسمانی کتاب پیغمبر کے بغیر آسمان سے نازل ہو گئی ہو بالفاظ دیگر پیغمبر اور آسمانی کتاب کا چولی دامن کا ساتھ ہے جو لازم وملزوم کا درجہ رکھتا ہے اور INSEPERABLE ہے۔

ہمارے آقا سیّدنا حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ آپ ﷺ اور آپ کے (اوّلین) صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے تھے اس کو حرزِ جاں بناتے تھے (20:73) صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو جانثار جتنا پہلے ایمان لایا اس کو آپ کے نقوش پا پر قدم بقدم چلنے کا زیادہ موقع ملا وہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، مہاجرین حبشہ، مہاجرین مدینہ، اصحابِ بدر، اصحاب

الشجرہ اور فاتحین مکہ کہلائے اگرچہ بعد والوں سے بھی بہت اعلیٰ وعدے ہیں (10:57)۔

سیّدنا حضرت محمد ﷺ نے تو کامل ترین اور مکمل ترین صورت میں سارے قرآن کو اپنے عمل میں اتارا اور 'مجسم قرآن' قرار پائے گویا

خُلُقش ہے قرآن گشت حَسُنَتْ جَمِيعُ خِصَالِهٖ

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصحفِ قرآن لوحِ محفوظ کی ترتیب سے ہمارے سامنے ہے تو سیرت النبی ﷺ کی صورت میں قرآن ترتیب نزولی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

عليه التحية والصلاة والسلام و لله الحمد و المنّة

ہم مسلمانانِ پاکستان کے مسائل مشکلات اور مجبوریاں بھی اہل علم کے سامنے ہیں۔ پاکستان کا بننا اور قائم رہنا یقیناً مشیت ایزدی میں بہت اہمیت رکھتا ہے تاہم سات عشروں سے ہم اپنے عمل اور فتوحات (ACHIEVEMENTS) کا میزانیہ تیار کریں تو صورت حال پریشان کن ہے۔ وجہ بھی سامنے ہے کہ ہم نے قرآن مجید سے ہجر اختیار کر لیا ہے (30:25)۔ ماضی قریب میں شیخ الہند حضرت محمود حسن صاحب، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہم نے اُمّت کے امراض کی وجہ یہی بیان کی ہے اور علاج 'رجوع اِلی القرآن' کو قرار دیا ہے۔

تاہم ___ روایتی مسلمان اور مدارس عربیہ سے متعلق عوام کو تو قرآن سمجھ کر پڑھنے کی طرف آمادہ کیا جانا چاہیے جبکہ سکولوں کالجوں سے تحصیل علم کرنے والوں کو فی نفسہٖ 'رجوع الی القرآن' اور اس کو سمجھنے، عمل کرنے اور پھیلانے پر آمادہ کرنا چاہیے۔ تیس سال قبل لکھی گئی کتاب 'منہج انقلابِ نبوی' قرآن مجید کو سیرت النبی ﷺ سے سمجھنے کی کوشش تھی اور آج بھی حالات کا تقاضا یہی ہے کہ قرآن فہمی کے لیے بھاری بھرکم اصطلاحات (شہادت علی الناس، اقامت دین، اظہار دین اور 'لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا') کو آسان کر کے سیرت النبی ﷺ کو زمانی ترتیب سے بیان کیا جائے۔ اس سعی میں منہج انقلاب بھی پنہاں ہے، اس کے سارے مراحل بھی موجود ہیں۔ تربیت، تنظیم اور دعوتِ توحید بھی ہے، قرآن سے تمسّک بھی ہے اور قرآن مجید کے ذریعہ وآلہ انقلاب ہونے کا فلسفہ بھی مضمر ہے۔

وہ حضرات جن کے پاس منبر و محراب ہے، جہاں وہ عوام المسلمین کو متأثر کر سکتے ہیں یا

سکولوں، کالجوں کے اساتذہ میں جو دین کا درد بھی رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں کام کے بڑے مواقع ہیں۔ مزید برآں جن کے پاس خطبہ جمعہ کی ذمہ داری ہے جہاں آج بھی لوگ بغیر دعوت کے کھچے چلے آتے ہیں ان کے لیے خطبہ جمعہ کے پہلے حصہ کو (مقامی زبان میں) سیرت النبی ﷺ کو زمانی ترتیب سے یا قرآن مجید نزولی ترتیب کی حکمتوں کے ساتھ بیان کر کے عوام کو انقلابِ نبوی جیسی تبدیلی یا 'نیا پاکستان' کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ قرآن مجید میں سورۂ جمعہ میں ہی آپ ﷺ کا طریق کار بیان ہوا ہے کہ آپ تلاوتِ آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب و تعلیم حکمت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ اسی مقصد جلیلہ کے لیے 'جمعہ' کی فرضیت اور اس میں 'خطبہ' (یعنی تقریر و بیان) کو ہی اصل جمعہ قرار دیا گیا ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ خطبہ جمعہ میں اکثر سورت ق پڑھتے تھے عربوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے سامنے عربی قرآن پڑھ دینا ہی بیان کا تقاضا کافی حد تک پورا کر دیتا تھا آج ضرورت ہے کہ سیرت النبی ﷺ کی زمانی ترتیب کے حوالے سے آیات کے ذریعے خطبات جمعہ میں تذکیر بالقرآن کی ذمہ داری ادا کی جائے تا کہ وہ سامعین جو 'مَن یَّخَافُ وَعِیْد' کے زمرے میں آتے ہوں وہ اپنی اصلاح پر متوجہ ہوں۔

حکومت سے بھی ہمارا 'نئے پاکستان' کے ضمن میں بے ضرر سا مطالبہ ہے کہ وہ اپنی آئینی ذمہ داری (کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کا ماحول پیدا کرے گی) ادا کرے، میڈیا کو قرآن مجید اور سیرت النبی ﷺ کے تابع کرے اور تمام مسلمان سرکاری ملازمین بشمول فوج، عدلیہ اور سکولوں کالجوں کے طلبہ کو جمعہ کے دن 12 بجے سے 2 بجے تک تمام مصروفیات سے فارغ کر کے خطبہ جمعہ اور نماز کے لیے پابند کرے۔ ان خطباتِ جمعہ میں سیرت النبی ﷺ کا زمانی ترتیب سے بیان ہو تا کہ عامۃ المسلمین سیرت النبی ﷺ و سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب آسکیں۔

____ وما ذالك على الله بعزيز ____

ع ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

اقبال کا قرینۂ عشقِ رسول ﷺ

ڈاکٹر طالب حسین سیال

(بشکریہ اقبالیات جولائی۔ستمبر 2016ء)

رسولِ رحیم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو اجاگر کرنے کے لیے اہل رحیم یار خان کو سیرت کانفرنس کے اہتمام پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ رسول رحیم ﷺ کی ترکیب سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 128 سے اخذ کی ہے۔ارشادِ ربّانی ہے:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (۱۲۸)

''تم میں سے تمہاری طرف رسول آیا کہ جسے تمہاری تکالیف اور رنج والم ناگوار ہیں، حریص ہے تمہاری بھلائی پر، اور مومنوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے''۔

حضرت محمد ﷺ صرف مؤمنوں کے لیے ہی رؤف اور رحیم نہیں بلکہ وہ تو رحمۃ للعالمین ہیں سارے جہانوں کے لیے باعث رحمت ہیں۔انہوں نے امن وسلامتی کے پیغام یعنی اسلام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ وہی پیغام ہے جو ہر پیغمبر خدا نے اپنے اپنے عہد میں اپنی اپنی قوم کے سامنے پیش کیا جب کہ رحمۃ للعالمین نے مکمل واکمل شکل میں تمام بنی نوع انسان کے لیے پیش کیا۔اُن کی انقلابی تعلیم نے امن وسلامتی، احترامِ آدمیّت، سماجی مساوات اور عدل و انصاف کے ہمہ گیر اصولوں کو اجاگر کر کے انسانی حقوق کے منشور سے آشنا کیا۔رسول کریم ﷺ جن کے ذریعہ سے یہ آئین نوبنی نوعِ انسان کو عطا ہوا اور جن کی اپنی زندگی بھی اس آئین کا عملی

نمونہ تھی اور جو مکارمِ اخلاق کے درجہ تمام پر فائز تھے۔ ان سے محبت وعشق کیوں نہ ہو انہوں نے بھائی چارے و امن کی ایک نئی دنیا بسا دی تھی۔ علامہ اقبال نے روحِ ابوجہل کے نوحہ کو منظوم کیا ہے جو اس نے حرمِ کعبہ کے دروازے پر پڑھا تھا:

مذہبِ او قاطعِ ملک و نسب   از قریش و منکر از فضلِ عرب!
در نگاہِ او یکے بالا و پست   با غلامِ خویش بر یک خواں نشست
احمراں با اسوداں آمیختند   آبروئے دودمانے ریختند!

اس (حضرت محمد ﷺ) کا مذہب ملک اور نسب کی جڑیں کاٹتا ہے وہ قریش اور عرب کی فضیلت کا منکر ہے۔ اس کی نگاہ میں چھوٹا بڑا یا اعلیٰ و ادنیٰ برابر ہیں۔ وہ اپنے غلام کے ساتھ ایک دستر خواں پر بیٹھتا ہے۔ (اس کے دین کی وجہ سے) کالے گورے مل گئے۔ اس نے خاندان کی آبرو خاک میں ملا دی۔

محبت کا جذبہ فطری جذبہ ہے۔ دیکھا جائے تو کائنات کے ذرے ذرے میں جذب و انجذاب ہے۔ پودوں اور حیوانوں میں فطری جذبہ محبت ان کی بقائے نوع اور بقائے نسل کا ضامن ہے اور یہی فطری جذبہ تہذیب و تطہیر اور تکمیل کے مرتبے میں انسان میں موجزن ہوتا ہے۔ اس کی نوعیت میں وسعت، تنوع اور شعوری رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس جذبہ محبت کے کئی مظاہر اور کئی معروض ہوتے ہیں۔ انسان نیچر کے مظاہر سے محبت کرتا ہے۔ فن آرٹ کی تخلیق کرتا ہے۔ اعلیٰ افکار اور اعلیٰ اقدار کی خاطر کٹ مرتا ہے۔ جب انسان کے جذبہ محبت میں پاکیزگی، تقدس اور عقیدت شامل ہو جائے تو اس کی قوت، جوش اور سرشاری میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اس جذبے اور احساس میں شیفتگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا انداز والہانہ ہو جاتا ہے تو یہ عشق کہلاتا ہے۔ تصوف اور شاعری کے لٹریچر میں انتہائی محبت کے جذبے کو بیان کرنے کے لیے عشق کی اصطلاح کا استعمال عام ہے۔ عشق کا لغوی مطلب بہت محبت کرنا، محبت میں حد سے بڑھ جانا ہے۔ عشق میں جنون کا عنصر بھی ہوتا ہے شاید اسی وجہ سے کئی علماء و حکماء حب رسول ﷺ کی اصطلاح کو ترجیح دیتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عربی اصل کی رو سے عشق کے معنوں میں جنون بھی شامل ہے۔ قاموس میں عشق کو جنون کا ایک حصہ بتایا گیا ہے۔ لیکن یہ وجہ قابل قبول نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے

جنون کو مثبت معانی میں استعمال کیا ہے۔ جنون کے مفہوم کی بدولت ہی عشق میں محبت کی شدت، بے قراری اور بے تابی کا عنصر آیا ہے۔ تصوف اور ادبیات میں یہ اصطلاح ایک وسیع، جامع اور ہمہ گیر مفہوم کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور خاص و عام اس کو محبت کی شدت، گہرائی اور بے تابیوں کو بیان کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ علامہ اقبال نے جنون کو مثبت معانی میں استعمال کیا ہے اور اس کو اِدراک اور شعور کی ایک قسم قرار دیا ہے مثال کے طور پر ان کے دو اشعار ملاحظہ کیجئے:

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب اِدراک

....

وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفس جبریل دے تو کہوں

یہاں اس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ اقبال نے اپنی شاعری میں محبت اور عشق دونوں اصطلاحوں کا استعمال کیا ہے اور اُن کا عشقِ رسول کا قرینہ سب سے جدا ہے۔ عہد اقبال سے پہلے اکثر شعراء نے عشق رسول کا اظہار کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام و مرتبہ اور ان کے علوِشان کو مدنظر رکھا ہے۔ بالعموم ان کے تجسیمی و معنوی حسن اور ان سے عقیدت پر توجہ مرکوز رکھی ہے اور اسی مناسبت سے خاکِ مکہ و مدینہ سے بھی اظہارِ عشق کیا ہے اور ہر اس چیز سے اظہار عشق کیا ہے جس کی رسول اللہ ﷺ سے کوئی نسبت ہو۔ امیر مینائی کہتے ہیں:

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

یہ اشعار تو نعت کے لٹریچر میں بہت مشہور ہیں:

يا صاحب الجمال و يا سيّد البشر
مِن وجهك المنير لقد نوّر القمر
لا يُمكن الثناء كما كان حقّه
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

مرزا غالب نے مرتبہ محمد ﷺ کے عرفان و بیان کے لیے اپنے عجز کا اظہار کیا ہے وہ کہتے ہیں:

غالب ثنائے خواجہ بایزدان گذاشتیم
کآن ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

علامہ اقبال روایتی شعراء کی طرح رسول رحیم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور آپ کی بلند شان وعظمت کی طرف بھی متوجہ تھے اور اسی وجہ سے خاکِ مدینہ اور خاکِ حجاز سے بھی عشق کرتے تھے۔

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

گرامی کے نام علامہ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں:

مسلم تو دہٗ خاک نہیں کہ خاک اسے جذب کر سکے......البتہ اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے اور اس کی قوتِ جاذبہ بھی ذاتی اور فطری نہیں، بلکہ مستعار ہے ایک کف پا سے جس نے ریگستان کے چمکتے ذرّات کو بھی پامال کیا تھا۔

جیسا کہ بتایا ہے ہمارے اکثر شعراء نے عہدِ اقبال سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں جو منظوم کلام تخلیق کیا ہے وہ زیادہ تر آپ کے مقام و مرتبہ حسن و جمال اور آپ کی شانِ محبوبیت سے متعلق ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی کے دور سے نعت کی ادبیات میں وسعت پیدا ہوئی۔ اب یہ مدح و توصیف رسول اور ان سے عقیدت تک محدود نہ رہی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و کردار کو بھی اجاگر کیا جانے لگا۔ مولانا حالی نے نعت گوئی کو ایک اچھوتا اور نیا اسلوب دیا۔ اس دور سے برعظیم پاک و ہند میں نعت کے لٹریچر میں نیا رجحان تشکیل ہونا شروع ہوا اور سیرتِ رسول ﷺ کو موضوعِ نعت بنانے کا نیا رجحان علامہ اقبال کے کلام میں بام عروج تک پہنچتا ہے۔ مولانا حالی کے چند اشعار پیش ہیں:

خطا کار سے در گذر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

پلٹ دی بس ایک آن میں اس کی کایا
عرب میں جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا

اقبال کے ایک دوست مرزا جلال الدین بیرسٹر لکھتے ہیں:

خواجہ حالی مرحوم کے مسدس کے تو (اقبال) عاشق تھے میرے پاس ریاست ٹونک کا ایک شائستہ مذاق ملازم تھا اسے ستار بجانے میں خاص دسترس تھی اور وہ مسدس حالی ستار پر ایک طرز کے ساتھ سنایا کرتا تھا۔ڈاکٹر صاحب التزام کے ساتھ ہر دوسرے روز اس سے مسدس سننے کی خواہش کرتے ۔حضور سرور کائنات ﷺ کی تعریف میں وہ بند جو''وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا'' سے شروع ہوتا ہے انہیں بطور خاص مرغوب تھا ان کو سنتے ہی ان کا دل بھر آتا اور اکثر بے اختیار رو پڑتے ۔

علامہ اقبال کی ایک منفرد خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اسلامیات اور تصوف کی کئی اصطلاحوں کو نئے معانی اور نئے مفاہیم سے آشنا کیا ہے مثلاً وہ دیدار رسول اکرم ﷺ کے معانی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

معنی دیدار آں آخر الزماں
حکم او بر خویشتن کردن رواں
باز خود را بین ہمیں دیدار او است
سنت او سرے از اسرار اوست

دیدار نبی آخر الزماں ﷺ کے معانی یہ ہیں کہ تم اپنے اوپر ان کے حکم کو رواں کرو آپ کی سنت کی پیروی میں ڈوب کر خود شناسی حاصل کرو یہی آپ کا دیدار ہے۔آپ کی سنت آپ کے اسرار میں سے ہے۔

علامہ اقبال نے عشق رسول کے نئے منہاج اور نئی جہات کو روشن کیا۔فارسی اور اردو ادبیات کو ان جہات کی نئی وسعتوں اور نئی معنوی گہرائیوں سے آشنا کیا۔عرفان وتخیلات کے نئے جہانوں کا راستہ دکھایا اور سیرتِ رسول سے محبت کے تقاضوں کو نعت میں سمویا۔اقبال کے نزدیک عشق ایک مسلک ایک نظریہ اور ایک طریق زندگی ہے۔کہتے ہیں:

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

اقبال کا سوز و گداز اور قدرت زبان و بیان اللہ کی خاص عطا ہے۔ اس کی نہایت تو یہ ہے کہ وہ عشق رسول کو اُمت کی اجتماعی فریاد بنا دیتے ہیں اور بارگاہ رسالت میں اس طرح التجا کرتے ہیں:

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اِک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری اُمت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

سیّد فقیر وحید الدین روزگار فقیر میں لکھتے ہیں:

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز، محبوب اور قابل قدر وصف جذبہ عشق رسول ہے۔ ذات رسالت مآب کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت تھی۔ اس کا اظہار ان کی چشم نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے حضور کا نام ان کے سامنے لیا، ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کا نام آتے ہیں اور ان کا ذکر چھڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے تھے۔ (روزگار فقیر)

مولانا مودودی ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

پنجاب کے ایک دولت مند رئیس نے ایک قانونی مشورے کے لیے اقبال اور سر فضل حسین اور ایک دو اور مشہور قانون دان اصحاب کو اپنے ہاں بلایا اور اپنی شاندار کوٹھی میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ رات کو جس وقت اقبال اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے گئے تو ہر طرف عیش و تنعّم کے سامان کو دیکھ کر اور اپنے نیچے نہایت نرم اور قیمتی بستر پا کر معاً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ جس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقے میں آج ہم کو یہ مرتبے حاصل ہوئے ہیں، اس نے بوریے پر سو کر زندگی گزار دی تھی۔ یہ خیال آنا تھا کہ آنسوؤں کی جڑھی بندھ گئی۔ اس بستر پر لیٹنا ان کے لیے ناممکن ہو گیا۔ اٹھے اور برابر کے غسل خانے میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور مسلسل رونا شروع کر دیا۔ جب ذرا دل کو قرار آیا تو اپنے ملازم کو بلوا کر اپنا بستر کھلوایا اور ایک چارپائی اسی غسل خانے میں بچھوائی اور جب تک مقیم رہے، غسل خانے میں ہی سوتے رہے۔ یہ وفات سے کئی برس پہلے کا واقعہ ہے۔ (جوہر اقبال)

فکرِ اقبال کے ماخذ قرآن حکیم اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ درحقیقت اسوۂ رسول قرآن حکیم ہی کی عملی تفسیر ہے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ (کان خلقه قرآن) آپ کا خلق قرآن تھا۔ اقبال کے خطبات مکاتیب اور شاعری میں حکمت، حرارت اور روشنی اسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ثمر ہے آپ کے کلام میں آفاقیت، ہمہ گیریت اور اثر آفرینی کلام الٰہی کا فیضان ہے۔ آپ اس شعر پر غور کریں:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اپنے آپ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاؤ کیونکہ آپ ہی سارا دین ہیں اگر تم وہاں تک رسائی حاصل نہ کر سکو تو سمجھ لو کہ تم بولہبی میں گرفتار ہو۔

اور پھر یہ آیت قرآنی پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ اوپر والا شعر اس آیت کی ترجمانی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء،۴:۸۰)

(جس نے اللہ کے رسول کی اطاعت کی اس نے اطاعت کی اللہ کی)

علامہ اقبال کی نظم جواب شکوہ کا آخری شعر یہ ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ سے اقبال نے اپنے عہد کے مسلمانوں کی زبوں حالی اوران کی حالت غلامی پر شکوہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا اس کا نچوڑ یہ شعر ہے۔ مراد یہ ہے کہ موجودہ مسلمانوں نے اِتباع رسول کو ترک کر دیا ہے اس لیے مغلوب اور کمزور اور رسوا ہیں۔ اس شعر میں اللہ تعالیٰ کا واضح پیغام ہے کہ محمد ﷺ سے وفا کرو گے تو میں تمہارا ہوں۔ محمد ﷺ سے وفا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ذات اقدس سے تمہیں ایسی محبت ہو جس کے مقابلے میں تمام محبتیں ہیچ نظر آئیں، اس محبت کی خاطر تم زر و مال کی محبت، جاہ و منصب کی طلب، والدین کی محبت، اولاد کی محبت، تمام انسانوں کی محبت، حتیٰ کہ سب محبتوں، الفتوں اور روابط کو قربان کر دو۔ محمد ﷺ سے وفا کا مطلب اِتباع رسول ہے۔ ان کے اسوہ حسنہ کے مطابق اپنی روش حیات کو بدلنا ہے۔ جب تم اپنے دل میں حب رسول کی یہ کیفیت اور سرشاری محسوس کرو گے تو تم اللہ والے (ولی اللہ) بن جاؤ گے۔ اللہ تمہارا ہوگا۔ تم اپنے عمل سے اپنی تقدیر لکھو گے۔ اللہ تم سے اس قدر راضی ہوگا کہ وہ تمہاری تقدیر لکھنے سے پہلے تم سے پوچھے گا کہ تمہاری رضا کیا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر نعت و مدح رسول کے تمام لٹریچر پر بھاری ہے کیوں نہ ہو یہ تو قرآن حکیم کی اس آیت کی تفسیر ہے:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌO (۳۱:۳)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اِتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا رحم والا ہے۔

بیسویں اور اکیسویں صدی میں اقبال کو جو مقبولیت، شہرت اور محبت ملی ہے وہ یقیناً عشق رسول کا فیضان اور اثر ہے۔ علم و فضل اور عبادت و ریاضت کرنے والے کئی لوگ اس لیے شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتے کہ ان کا علم اور عبادت بے ریا نہیں ہوتی۔ ریا کاری، دنیا طلبی اور جاہ طلبی سے آلودہ عابد اور عالم کبھی بارگاہ الٰہی اور دربار نبی میں جگہ نہیں پاتے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہوتو شرع و دیں بت کدۂ تصورات

اقبال کے فکر وفلسفہ میں تخیل کی بلندی اور سیرت رسول ﷺ کی بے کراں جہتوں کی دریافت بھی عشق رسول ﷺ کا نتیجہ ہے۔ ان کا یہ نظریہ کتنا ایمان افروز اور عہد جدید کی علمی تحقیقات سے ہم آہنگ ہے کہ دین اسلام اور سائنس میں ہم آہنگی ہے اور مسلمان استقرائی دانش کے بانی تھے۔ کیونکہ ان کے قرآن اور رسول نے ان کو حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل کی جانے والی معلومات کو بھی معتبر قرار دیا تھا۔ اقبال کے تخیل وعرفان کی بلندی ملاحظہ کیجیے

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

آخر میں علامہ اقبال کے ایک خط کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے 23 اپریل 1920ء میں اپنے والد گرامی کو تحریر کیا تھا۔ لکھتے ہیں:

پرسوں کا ذکر ہے کہ کشمیر سے ایک پیرزادہ مجھ سے ملنے کے لیے آیا۔ اس کی عمر قریباً تیس پینتیس سال کی ہوگی۔ شکل سے شرافت کے آثار معلوم ہوتے تھے گفتگو سے ہوشیار، سمجھدار اور پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا مگر پیشتر اس کے کہ وہ مجھ سے کوئی گفتگو کرے مجھ کو دیکھ کر بے اختیار زاروقطار رونے لگا۔ میں نے سمجھا کہ شاید مصیبت زدہ ہے اور مجھ سے کوئی مدد مانگتا ہے۔ استفسار حال کیا تو کہنے لگا کہ کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ مجھ پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ میرے بزرگوں نے خدا کی ملازمت کی اور میں ان کی پنشن کھا رہا ہوں۔ رونے کی وجہ خوشی ہے نہ غم۔ مفصل کیفیت پوچھنے پر اس نے کہا کہ نوگام میں جو میرا گاؤں ہے سری نگر کے قریب ہے میں نے عالم کشف میں نبی کریم ﷺ کا دربار دیکھا۔ صف نماز کے لیے کھڑی ہوئی تو حضور سرور کائنات ﷺ نے پوچھا کہ محمد اقبال آیا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ محفل میں

نہیں تھا۔اس پر ایک بزرگ کو اقبال کے بلانے کے واسطے بھیجا گیا۔تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک جوان آدمی جس کی ڈاڑھی منڈھی ہوئی تھی اور رنگ گورا تھا مع ان بزرگ کے صف نماز میں داخل ہو کر حضور سرور کائنات کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ پیرزادہ صاحب کہتے ہیں کہ اس سے پہلے میں آپ کی شکل سے واقف نہ تھا نہ نام معلوم تھا۔کشمیر میں ایک بزرگ نجم الدین صاحب ہیں جن کے پاس جا کر میں نے یہ سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے آپ کی بہت تعریف کی وہ آپ کو آپ کی تحریروں کے ذریعے جانتے ہیں گو انہوں نے آپ کو کبھی دیکھا نہیں۔اس دن سے میں نے ارادہ کیا کہ لاہور جا کر آپ کو ملوں گا۔سو محض آپ کی ملاقات کی خاطر میں نے کشمیر سے سفر کیا ہے اور آپ کو دیکھ کر مجھے بے اختیار رونا اس واسطے آیا کہ مجھ پر میرے کشف کی تصدیق ہو گئی کیونکہ جو شکل میں نے آپ کی حالت کشف میں دیکھی اس سے سر مو فرق نہ تھا......(زندہ رود، حیات اقبال کا وسطی دور)

رسول رحیم ﷺ کے عاشق تو بہتیرے گذرے ہیں اور اب بھی ہیں لیکن جو درد، خلوص وفا اور قرینہ عشق اقبال کو عطا ہوا تھا وہ انہی کا حصہ تھا اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اپنی رحمت مختص کر دیتا ہے:

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

وہ دانائے سُبل ختم الرُسل ﷺ مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

قانونِ تحفّظِ ناموسِ رسالت ﷺ

1

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ننکانہ صاحب

قانون توہین رسالت ﷺ (295/C) پارلیمنٹ سے کب، کیوں اور کیسے منظور ہوا؟ اب اس قانون کو ختم اور غیر مؤثر کرنے کے لیے پس پردہ کیا کیا سازشیں ہو رہی ہیں؟ چشم کشا انکشافات اور بے جا اعتراضات کے مسکت جوابات سے بھرپور ایمان افروز تحریر

حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تمام مسلمانوں کے لیے مرکزِ ملت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی عزت وتکریم ان کے ایمان کی اساس ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اہل ایمان کے لیے اُن کے ماں باپ، اولاد، جان و مال اور عزت و آبرو سے زیادہ عزیز ہے۔ ہمارے ایمان کا دارومدار آپ ﷺ سے تعلق پر ہے۔ اللہ رب العزت کے بعد کائنات کی جو ہستی سب سے زیادہ بلند مقام ومرتبہ پر فائز ہے، وہ بلاشبہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی بات یا کوئی ایسا کام کرے جس سے آپ ﷺ کی عزت و وقار میں رتی برابر بھی فرق آئے۔ قرآن مجید میں کسی ہستی کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی اس قدر شدت سے تلقین نہیں کی گئی جس قدر حضور نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَاتَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ

لَاتَشۡعُرُوۡنَ O (الحجرات:2)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں زور زور سے بولتے ہو، اگر تم نے ایسا کیا تو سوءِ ادب کی پاداش میں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی''۔

یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کو لے کے میں کیا کروں گا اور تمہاری عبادت و ریاضت سے مجھے کیا حاصل، اگر تمہیں میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

پھر اس آیت کے ساتھ ہی اگلی آیت میں وضاحت کی کہ تقویٰ اور پرہیزگاری تو یہ ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں تم شائستگی سے اور دھیمی آواز میں بات کرو۔

- اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی۔(الحجرات:3)

ترجمہ: ''یقیناً وہ لوگ جو بارگاہِ رسالت میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے''

اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے حبیب ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا جائے تو اس کی یہ مشیت، عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ جب وہ خود خدا ہو کر انھیں نام لے کر خطاب نہیں کرتا ہے تو بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ انھیں نام لے کر پکاریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب کیا:

- یٰٓاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنۡتَ وَ زَوۡجُکَ الۡجَنَّۃَ۔ (البقرۃ:35)

ترجمہ: ''اے آدم! تو اور تیری بیوی بہشت میں رہو''

- یٰنُوۡحُ اہۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔ (ہود:48)

ترجمہ: ''اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جا''

- یٰٓاِبۡرٰہِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا۔ (الصّٰفّٰت:104۔105)

ترجمہ: ''اے ابراہیم! تو نے خواب کو سچ کر دکھایا''

- يٰمُوسٰى اِنِّىٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (طٰہٰ:12)

ترجمہ: ''اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار، تو اتار ڈال اپنی جوتیاں''

- يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ (آل عمران:55)

ترجمہ: ''اے عیسیٰ! میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا''

- يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ. (ص:26)

ترجمہ: ''اے داوٗد! ہم نے تجھے زمین پر اپنا نائب بنادیا''

- يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى (مریم:7)

ترجمہ: ''اے زکریا! ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی، جس کا نام یحییٰ ہے''

- يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ. (مریم:12)

ترجمہ: ''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھامو''

قرآن مجید کو 'بسم اللہ' سے لے کر 'والناس' تک پڑھ ڈالیے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کہیں بھی ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا۔ کہیں 'یاَیُّھا الرسول' کے خطاب عزت سے نوازا، کہیں 'یایھا المزمل' کی صدائے محبت سے پکارا اور کہیں 'یایھا المدثر' کی ندائے شفقت سے سرفراز فرمایا۔

اب ان چند آیتوں کا ذکر جن میں بارگاہ رسالت ﷺ کے احترام کی تلقین کی گئی ہے اور جن میں ان کی تعظیم کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ فرمایا:

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (الحجرات:1)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے''

اس آیت میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے سامنے اپنی بات پیش نہ کرو۔ حضور ﷺ سے کسی قول یا عمل میں پیش قدمی نہ کرو۔ بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے پہلے عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی تو ان سے کہا گیا کہ آپ ﷺ سے پیش قدمی نہ

کریں۔حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

''اگر روزے کے بارے میں شک ہو اور رسول اللہ ﷺ روزہ نہ رکھیں تو روزہ رکھنے میں پہل نہ کرو۔لوگ آپ ﷺ سے کوئی بات دریافت کریں تو آپ ﷺ کے جواب دینے سے پہلے کوئی پوچھنے والے کو جواب نہ دے بیٹھے کہ یہ گستاخی ہے''

بارگاہِ رسالت ﷺ کے جو آداب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکھائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی لفظ جس میں ابہام یا ایہام ہو، کوئی لفظ جو ذومعنی ہو اور ایک معنی اس لفظ کا توہین آمیز بھی ہو، حضور ﷺ کے ساتھ بات چیت کرتے نہ بولیے۔فرمایا:

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ:104)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم راعنا (ہماری رعایت کیجیے) نہ کہا کرو، تم انظرنا کہا کرو اور ان کی بات سنو اور جو بارگاہ رسالت (ﷺ) کے آداب ملحوظ رکھنے سے انکار کر دیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت میں بیٹھے آپ کے ارشادات سے جب مستفید ہوتے اور کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تو راعِنا کہتے تھے، یعنی ہماری رعایت کیجیے۔یہودی بھی یہی لفظ کہتے اور عین کے کسرہ کے اشباع کے ساتھ راعنا یا راعینا کہتے، یعنی اے ہمارے چرواہے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بھانپ لی اور ان شرارت پسند یہودیوں سے کہنے لگے:

''اگر اب میں نے یہ لفظ تم سے سنا تو بخدا تم کو قتل کر ڈالوں گا''

وہ بولے تم خود بھی تو یہی کہتے ہو، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس لفظ راعنا ہی کو چھوڑ دو، جس میں اہانت کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے۔تم انظرنا کہا کرو تا کہ سوءِ ادب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے۔

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے تو جس پائے پر حضور ﷺ کھڑے ہوتے تھے، اس پائے پر کھڑا ہونا سوء ادب خیال کیا اور اس سے نچلے پائے پر

کھڑے ہوئے، پھر جب حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی اس پائے پر کھڑا ہونا سوءادب خیال کیا جس پر سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے، وہ اس سے بھی نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔

عروہ بن مسعود کو جب قریش نے صلح حدیبیہ کے سال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو اس نے دیکھا کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیکھا:

- اِنَّہٗ لَا یَتَوَضَّأُ اِلَّا ابْتَدَرُوْا وَضُوْئَہٗ وَ لَا یَبْصُقُ بُصَاقًا اِلَّا تَلَقَّوْہُ بِأَکُفِّھِمْ وَلَاتَسْقُطُ مِنْہُ شَعْرَۃٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْھَا وَ اِذَا أَمَرَھُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَہٗ وَ اِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَ مَا یُحِدُّوْنَ النَّظْرَ اِلَیْہِ تَعْظِیْمًا لَّہٗ

ترجمہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے، صحابہ ان کے وضو کے پانی کی طرف لپکتے (اسے بدن پر ملتے تھے)۔ ان کا لعاب دہن صحابہ کے ہاتھوں پر رہتا تھا اور ان کا جو موئے مبارک گرتا، صحابہ اس کی طرف لپکتے اور جب وہ انھیں حکم دیتے تو فوراً حکم بجا لاتے، جب وہ بات کرتے تو صحابہ اپنی آوازوں کو پست کرلیا کرتے تھے اور ادباً اور احتراماً انھیں تیز نظروں سے نہ دیکھتے تھے'' (صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ 379)

عروہ بن مسعود نے قریش سے جا کر کہا: ''اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں، خدا کی قسم! کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجا نہیں لائی جاتی جیسی صحابہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالاتے ہیں'' (صحیح بخاری، صفحہ 379)

یہی حال آئمہ کرامؒ کا تھا۔ حضرت امام مالک بن انسؒ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ سراپا تعظیم ہو جاتے۔ ایک دن آپ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک آنے پر یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

- لَوْ رَأَیْتُمْ مَّا رَأَیْتُ لَمَا أَنْکَرْتُمْ عَلٰی مَا تَرَوْنَ

''اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان اور عظمت تم دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں تو تمہیں میری اس غایت درجے کی تعظیم و تکریم پر اچنبھا نہ ہوتا''

حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے آپ غسل فرماتے، نہایت عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع وخضوع سے حدیث بیان فرماتے۔ جب تک آپ درس دیتے رہتے، آپ کی مجلس میں خوشبو برابر مہکتی رہتی۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں، میں ایک دن امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے، آپ کو بچھو نے کئی بار کاٹا، آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا لیکن آپ پورے صبر اور ضبط کے ساتھ حدیث بیان کرتے رہے۔ جب آپ درس ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ درس دیتے وقت آپ پر یہ کیا کیفیت طاری ہوئی؟ آپ نے بتایا، مجھے بچھو نے کئی بار کاٹا لیکن میں حدیث کی عظمت واکرام کے باعث ضبط کیے ہوئے بیٹھا رہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں نے لمس کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتے ہی اپنے جوتے اتار لیتے تھے اور وہ اپنے وقت کے امام، وہ عظیم محدث اور فقیہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھے ہوں، وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں۔

ادب کی یہ کیفیتیں حاصل نہیں ہوسکتیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی معرفت نہ ہو، جب تک یہ معرفت حاصل نہ ہو کہ وہ تاریخ انسانیت کے مرکز ومحور ہیں اور ازل سے لے کر آج تک جتنی مخلوق پیدا ہوئی ہے، ارض وسما میں اور ما بین السماوات والارض اور آج سے لے کر ابد تک جتنی مخلوق پیدا ہونے والی ہے، ارض وسما اور ما بین السماوات والارض، کوئی نہیں جو ان کی گرد پا کو چھو سکے۔

حضور خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا جزو ایمان ہے۔ علمائے اسلام، دورِ صحابہؓ سے لے کر آج تک اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس شخص کو پیار اور تعلق خاطر نہیں، وہ سرے سے مومن ہی نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا آخرت

میں سخت عذاب کا سامنا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی قابل گردن زدنی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

- ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میری ذات اسے اس کے والدین، اولاد حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجائے''۔ (صحیح البخاری:15)

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

- مَنْ سَبَّ نَبِیًا قُتِلَ وَ مَنْ سَبَّ أَصْحَابَهُ جُلِدَ۔

ترجمہ: ''جس نے کسی نبی کو گالی دی، اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی، اسے کوڑے مارے جائیں گے۔'' (طبرانی جلد نمبر 1 صفحہ 236)

خلاصہ یہ کہ اسلامی قانون کی رُو سے توہینِ رسالت ﷺ کا مرتکب سزائے موت کا مستحق ہے اور اس مسئلہ پر تمام صحابہؓ و تابعینؒ اور فقہائے اُمت متفق ہیں۔

اب اسی حوالے سے دورِ نبوی کے واقعات اور ان پر نبی کریم ﷺ کا ردّعمل ملاحظہ کیجیے:

- سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ایک یہودی عورت، رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دیا تو آپ ﷺ نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا۔'' (ابوداؤد:4362)

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''ایک نابینا صحابیؓ کی ایک اُم ولد لونڈی تھی جو رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیا کرتی تھی۔ وہ اسے روکتا مگر وہ باز نہ آتی، وہ ڈانٹتا مگر وہ رُکتی نہ تھی۔ ایک رات اس نے رسولِ کریم ﷺ کو گالیاں دینے کا آغاز کیا تو اس نے بھالا لے کر اس کے شکم میں پیوست کر دیا اور اسے زور سے دبایا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔ صبح کو اس کا تذکرہ رسول کریم ﷺ سے کیا گیا تو لوگوں کو جمع کر کے آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے یہ قتل کیا اور میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ یہ سن کر ایک نابینا صحابیؓ کھڑا ہوا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! (اسے میں نے قتل کیا ہے) وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی، میں اسے روکتا مگر وہ باز نہ آتی تھی، میں اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتا مگر وہ پروا نہ کرتی۔ اس کے بطن سے میرے دو موتیوں جیسے بیٹے

ہیں، وہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گذشتہ شب جب وہ آپ ﷺ کو گالیاں بکنے لگی تو میں نے بھالا لے کر اس کے پیٹ میں گاڑ دیا اور اسے زور سے دبایا حتیٰ کہ وہ مرگئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔'' (سنن ابوداؤد: 4361)

معروف گستاخِ رسول عبدالعزی ابن خطل کا نام عبداللہ تھا۔ وہ پہلے مسلمان تھا۔ بعدازاں اسلام چھوڑ کر مشرک ہوگیا۔ اس نے اپنے ساتھ دو گانے والی لونڈیاں ارنب اور قریبہ رکھی ہوئی تھیں جن سے وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہجویہ اور توہین آمیز گیت کہلوایا کرتا تھا۔ شانِ رسالت ﷺ میں توہین کے ارتکاب پر اس کی جسارتیں بہت بڑھ چکی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو سب مخالفین حتی کہ بدترین دشمنوں کو بھی معافی دے دی گئی۔ ایک شخص نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ کا گستاخِ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُسے قتل کردو۔ چنانچہ اس گستاخِ رسول کو قتل کرنے کی سعادت سیّدنا ابو برزہ اسلمیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن حریثؓ کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے اس گستاخ کو کعبۃ اللہ کے پردوں سے نکال کر زمزم کے کنویں اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گستاخِ رسول ﷺ کو بیت اللہ شریف (جو امن کی جگہ ہے) میں بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے ابن خطل کی دونوں لونڈیوں ارنب اور قریبہ کو بھی شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کے جرم میں قتل کردیا گیا تھا۔

تحفظ ناموس رسالت ﷺ دین اسلام کی اساس ہے اور پوری امت مسلمہ کی روح بھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ ہر مسلمان کا اولین فرض ہے اور اپنے اس فرض کی انجام دہی کے لیے وہ ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ ملت اسلامیہ کا ہر فرد تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر مرمٹنا اپنی سعادت ہی نہیں بلکہ اسے اپنے لیے حیات جاوداں بھی سمجھتا ہے۔ مسلمانوں کی یہ قیمتی متاع دشمنان اسلام کی آنکھوں میں ہمیشہ کھٹکتی رہتی ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے قلوب و اذہان سے محبت رسول ﷺ کی روشن شمع گل کردی جائے۔ وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی کل کائنات، ان کی محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز اور ان کی اخروی شفاعت کا واحد اور آخری سہارا صرف اور صرف ذات محمد ﷺ ہے۔ ان کا مشن ہے کہ مسلمانوں کے پر کیف بدن

سے ''روح محمد ﷺ'' نکال کر انھیں بے روح کر دیا جائے، ان کے سینوں میں محبت رسول ﷺ کی شمع بجھا دی جائے، ان کے دلوں سے احترام نبی ﷺ کا جذبہ ختم کر دیا جائے، کیونکہ اس کے بغیر کسی بھی محاذ پر مسلمانوں سے مقابلہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے یہ ملعون گاہے گاہے اُمت مسلمہ کی غیرت وحمیت کا ٹیسٹ لیتے رہتے ہیں، تاکہ انھیں معلوم ہو سکے کہ مسلمان اپنے نبی کی ناموس کے مسئلہ پر کتنے غیرت مند ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص خواہ وہ کسی بھی نبی کی امت میں سے ہو، اگر اپنے نبی کی توہین سن کر خاموش رہتا ہے اور اس پر اپنا ردّ عمل ظاہر نہیں کرتا، تو ایسا شخص اپنے نبی کی امت سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ بات ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو کان کھول کر سن لینی چاہیے اور جان لینی چاہیے کہ جس دن امت محمدیہ ﷺ نے ملا ازم، بنیاد پرستی، رجعت پسندی اور تاریک خیالی کے طعنوں کے خوف سے کسی بھی شخص کی طرف سے شان رسالت ﷺ میں کی گئی گستاخی کو روشن خیالی، ترقی پسندی یا رواداری کے ہیضہ میں مبتلا ہو کر برداشت کر لیا، اس پر آنکھیں بند کر لیں، اس پر کسی مصلحت کو غالب کر لیا، جان، مال، عزت اور رشتہ وتعلق کو ناموس رسول ﷺ پر ترجیح دے دی، خاکم بدہن وہ دن امت مسلمہ کی زندگی کا آخری دن ہوگا، خدا کی رحمتیں اور برکتیں روٹھ جائیں گی۔ اجتماعی مصیبتوں اور پریشانیوں کا ایک طوفان عذاب الٰہی کی صورت میں اُمڈ آئے گا اور دل کی آنکھیں رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اس کے آثار (انفرادی اور اجتماعی) شروع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایسے وقت سے محفوظ رکھے۔

مئی 1986ء میں ویمن ایکشن فورم کی چیئرمین عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں شریعت بل کے خلاف تقریر کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف نہایت توہین آمیز الفاظ استعمال کیے۔ عاصمہ جہانگیر کی شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کے ارتکاب پر راولپنڈی بار ایسوسی ایشن کے معزز اراکین جناب عبادالرحمٰن لودھی ایڈووکیٹ اور جناب ظہیر احمد قادری ایڈووکیٹ نے سخت احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ وہ اِن توہین آمیز الفاظ کو واپس لے کر اس گستاخی پر معافی مانگے۔ عاصمہ جہانگیر کے انکار اور اپنے الفاظ پر مسلسل اصرار پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اگلے دن جب اس واقعہ کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو پورے ملک میں غم وغصہ

کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ فوری طور پر توہین رسالت کی سزا نافذ کی جائے اور اِس جرم کا ارتکاب کرنے والے کو عبرتناک سزا دی جائے۔ دریں اثناء انہی دنوں عاصمہ جہانگیر نے برملا اعلان کیا کہ ''میرے شوہر طاہر جہانگیر قادیانی ہیں۔ میں اس سلسلہ میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتی۔ وہ ہم سے بہت بہتر ہیں۔'' (روزنامہ جنگ لاہور 26 جون 1986ء)

عاصمہ جہانگیر کی اس دریدہ ذہنی کے خلاف ملک بھر میں سب سے پہلے جس مجاہدہ نے بھرپور آواز اٹھائی، وہ آواز دینی غیرت وحمیت سے سرشار ممبر قومی اسمبلی محترمہ آپا نثار فاطمہؒ کی تھی۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اسمبلی میں بھی پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور تحریک استحقاق پیش کی۔ اس کے جواب میں حکومتی بنچوں کی طرف سے کہا گیا کہ عاصمہ جہانگیر کی اس حرکت سے چونکہ مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے، لہٰذا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 کے تحت اُس کے خلاف مقدمہ درج ہوسکتا ہے، جس کی سزا ایک سال قید ہے۔ یعنی ان کے نزدیک ایک عام آدمی کی توہین اور حضور سرورِ کائنات، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں توہین یکساں ہے۔ (نعوذ باللہ)

قرآن وسنت میں گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔ بدقسمتی سے اس وقت تعزیرات پاکستان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی کوئی سزا نہیں تھی، اس لیے عاصمہ جہانگیر کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہ ہوسکی۔ اس نازک صورت حال میں اسلامی جذبہ سے سرشار تحفظ ناموس رسالت کی مجاہدہ محترمہ آپا نثار فاطمہؒ نے ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں توہین رسالت ﷺ کی سزا شامل کرنے کا ایک بل پیش کیا جس میں توہین رسالت ﷺ کی اسلامی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی۔ 7 دن کی طویل بحث کے بعد 9 جولائی 1986ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قانون توہین رسالت ﷺ منظور کیا۔ تعزیرات پاکستان کی دفعات میں نیا اضافہ کرتے ہوئے 295 سی کے تحت حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں توہین کرنے والے ملزم کو موت یا عمر قید کی سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ 8 اکتوبر 1986ء کو ایوان بالا یعنی سینیٹ نے بھی اس قانون کو متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ یوں پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تعزیراتِ پاکستان میں قانون توہین رسالت 295 سی کا نیا اضافہ ہوا جو مندرجہ ذیل ہے:

295-C. Use of derogatory remark etc., in respect of the Holy Prophet. whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace by upon him) shall be punished with death or imprionment for life, and shall also be liable to fine.

دفعہ 295 سی: رسولِ پاک کے لیے اہانت آمیز الفاظ کا استعمال:

’’کوئی شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً، کنایتاً، بہتان تراشی کرے اور رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔‘‘

1973ء کے متفقہ دستور کی دفعہ نمبر 227 میں اہلیان پاکستان کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ خلاف اسلام دفعات کی نشاندہی کر کے ان کو قرآن وسنت کے مطابق تبدیل کرا سکتے ہیں۔ سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے زیرنگرانی تیار کردہ اس دستور میں دیے ہوئے حق کو استعمال کرتے ہوئے 1987ء میں سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ جناب محمد اسماعیل قریشی نے وفاقی شرعی عدالت میں ایک پٹیشن دائر کی کہ قومی اسمبلی اور سینیٹ نے قانون توہین رسالت منظور کرتے ہوئے تعزیرات پاکستان میں 295 سی کا اضافہ کیا۔ یہ دفعہ اس لیے قابل اعتراض ہے کہ اس میں ملزم کو دی جانے والی متبادل سزا، سزائے عمر قید ان احکامات اسلامی کے خلاف ہے جو قرآن مجید اور سنت رسول کریم ﷺ میں دیے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی یا اہانت آمیز بات شرعی حد کے دائرہ میں آتی ہے اور اس کی سزا میں حکومت ہی نہیں بلکہ پوری اُمت مسلمہ بھی سوئی کے نوک کے برابر کوئی تبدیلی یا ترمیم کرنے کا اختیار نہیں رکھتی اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ لہٰذا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی میں درج سزا ’’یا عمر قید‘‘ کو ختم کیا جائے۔

اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت نومبر 1989ء کو شروع ہوئی۔ وفاقی شرعی عدالت کا یہ فل بنچ جناب جسٹس گل محمد خاں چیف جسٹس، جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی، جناب جسٹس

عبادت یار خاں، جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم اور جناب جسٹس فدا محمد خاں پر مشتمل تھا۔ عدالت نے 8 دن (26 تا 29 نومبر 1989ء، 4 تا 7 مارچ 1990ء) اس درخواست کی سماعت کی اور متعدد سکالروں، تمام مسالک کے جید علما کرام اور اس موضوع پر دسترس رکھنے والے سینئر قانون دانوں کو بھی طلب کیا، تاکہ وہ اس موضوع پر اپنی آراء پیش کر کے عدالت کی قانونی معاونت کریں۔

30 اکتوبر 1990ء کو عدالت نے اس درخواست کا متفقہ فیصلہ سنایا۔ عدالت نے قرار دیا کہ حضرت محمد ﷺ کی توہین یا ان کے اسم مبارک کی بے حرمتی کے جرم میں متبادل سزا، تاحیات قید، اسلام کی واضح نصوص (احکام) کے منافی ہے۔ عدالت نے مزید کہا کہ دفعہ 295 سی میں ''یا عمر قید'' کا لفظ توہین رسالت کے حوالہ سے شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے، اس لیے صدر پاکستان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور ''یا عمر قید'' کے الفاظ ختم کریں، اور یہ کہ اگر تاریخ مقررہ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور کیے جائیں گے اور صرف سزائے موت، ملک کا قانون بن جائے گا، چنانچہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہو گئے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ میں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت کو قرآن اور سنت رسول ﷺ سے اخذ کردہ اور درست قرار دیا۔ (PLD 1991 FSC 10)

یاد رہے کہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203-D کے تحت وفاقی شرعی عدالت ہی اس امر کی مجاز ہے کہ وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔ آئین کی شق 203-D کے مطالعہ کے بعد اس سلسلہ میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اس آئینی شق میں کہا گیا ہے:

❑ ''عدالت از خود نوٹس پر یا پاکستان کے کسی شہری کی پٹیشن پر یا وفاقی یا کسی صوبائی حکومت کی پٹیشن پر یہ اختیار رکھتی ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول ﷺ کے اصولوں کی روشنی میں کسی بھی قانون یا اس کی شق کے اسلام کے مطابق یا اسلام سے متصادم ہونے کا فیصلہ کر سکے''۔

یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ قوانین وضع کرنے،

ان پر نظر ثانی کرنے، ان میں ترمیم کرنے، ان کی تنسیخ کرنے کے وسیع تر اختیارات رکھتی ہے۔ پارلیمانی طریقہ کار اور قانون سازی کی روایات کے مطابق پارلیمنٹ کی طرف سے وضع کردہ قانون توہین رسالت کئی دہائیوں سے نافذ العمل ہے اور آئینی عدالت کے کڑے معیار پر پورا اتر چکا ہے۔ یہ کہنا کہ قرآن وسنت میں توہین رسالت کی سزا موت نہیں ہے، وفاقی شرعی عدالت اس اعتراض کا آئینی شق 203-D کی ذیلی شق 2 کے تحت پہلے ہی باریک بینی سے جائزہ لے چکی ہے اور اس کے فیصلہ کی رو سے موجود قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ گستاخِ رسول کے لیے موت کی سزا کے علاوہ کسی بھی قسم کی متبادل سزا اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوگی۔ آئین کی شق 203-D کی ذیلی شق 2 کی شق (b) کے تحت یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہو چکا ہے۔

حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی، اس فیصلے کو چیلنج نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد فیصلہ کے بعض پہلوؤں کی وضاحت حاصل کرنا تھا۔ بعد ازاں حکومت نے سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی۔ بعض سیکولر اور قادیانی حضرات نے حکومت کے اس اقدام کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اس سنگین جرم کے لیے صرف موت کی سزا قائم رکھنے پر اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے یہ ذہنی تحفظات عوامی سطح پر کوئی پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔ نہ صرف رائے عامہ کے راہنماؤں نے، بلکہ منتخب اداروں اور قانون ساز اسمبلیوں نے بھی عوامی جذبات کو زبان دی۔

2 جون 1992ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، جس میں حکومت سے کہا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کی توہین پر صرف اور صرف سزائے موت ہی دی جانی چاہیے۔ سینٹ نے بھی یہی راہ عمل اختیار کی۔ 8 جولائی 1992ء کو سینٹ میں ترمیمی قانون متفقہ طور پر منظور کیا گیا، جس میں اس جرم کے لیے صرف موت کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا توہین رسالت کا حالیہ قانون تین مختلف سمتوں سے ہونے والی کاوشوں کے نتیجے میں پاکستان کے مجموعہ تعزیرات کا حصہ بنا ہے:

1- قومی اسمبلی میں آپا نثار فاطمہ کا پیش کردہ بل اور اس کے نتیجے میں محدود قانون سازی۔

2- جناب محمد اسماعیل قریشی کی 1987ء میں وفاقی شرعی عدالت کو دی جانے والی درخواست اوراس پر وفاقی شرعی عدالت کا 1990ء کا فیصلہ (یہی اس قانون کا اصل محرک ہے)

3- آخرکار جون 1992ء میں پارلیمنٹ میں سزائے عمر قید کے خاتمے کا بل پیش ہونا اوراس کا منظور ہوجانا، گو کہ اس آخری مرحلہ کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں مقررہ تاریخ گزر جانے کے بعد قانون خود ہی تبدیل ہو چکا تھا، تاہم پارلیمان کی قانون سازی نے اس ترمیم کی مزید تائید کردی۔ اب اس قانون کو دستور 1973ء میں دیے ہوئے حق کے استعمال یا قومی اسمبلی کی 1992ء میں منظوری کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ہر دو اقدامات کسی آمر کے ذریعے حاصل نہیں ہوئے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قانون توہین رسالت تو فاضل عدالت اور پارلیمنٹ کی متفقہ منظوری کا حاصل ہے، جبکہ اس کو غیر مؤثر کرنے کی باضابطہ ترمیم 2004ء میں پرویز مشرف کے آمرانہ دور میں ہوئی۔

قانون توہین رسالت ﷺ اسلام کا ایک متفقہ شرعی تقاضا اور پاکستانی پارلیمنٹ کا منظور شدہ قانون ہے، اس کے باوجود افسوس ناک امر یہ ہے کہ 32 سال سے اس قانون کے نفاذ کے باوجود آج تک کسی کو توہین رسالت کی سزا نہیں دی جاسکی جس کی ایک وجہ سیکولر عناصر کا یک طرفہ بدترین پروپیگنڈا اور شدید عالمی دباؤ ہے تو دوسری طرف پاکستانی حکومتوں کی منافقت بھی ہے کہ اس قانون کے معاً بعد اس قانون میں ایسی ترامیم کردی گئیں جس سے قانون ناقابل عمل ہوگیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ سیکولر قوتوں کے شدید پروپیگنڈہ کے نتیجے میں جو شخص بھی توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ اہانت اس کے لیے خصوصی اعزاز کا سبب بن جاتی ہے۔ (جاری ہے)

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

امریکہ، مغرب اور اسرائیل
بمقابلہ عالم اسلام

(بشکریہ ماہنامہ السعادۃ، ضلع صوابی۔ ستمبر، اکتوبر 2018ء)

مفکر اسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سبق آموز اور نادر انٹرویو جس میں مغربی استعمار بالخصوص امریکہ و اسرائیل کے مسلم ممالک اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ عزائم سے پردہ اُٹھایا گیا ہے اور ان عزائم کو ناکام بنانے کے لیے تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ برائے افادہ نذر قارئین ہے۔ (بحوالہ متاعِ دین ودانش)

مجھے فکرِ اقبال اور کلامِ اقبال سے ایک خاص ذہنی وقلبی تعلق ہے

سوال: مولانا! لاہور آپ کافی مدت کے بعد تشریف لائے ہیں اور یہ سفر بھی آپ نے پیرانہ سالی اور ضعفِ صحت کے عالم میں کیا ہے، اس مرتبہ آپ کے کیا تاثرات ہیں؟ کیا آپ نے لاہور کو کچھ بدلا ہوا پایا، یا پہلے جیسا ہی ہے؟ اہل لاہور کو آپ نے کیسا پایا؟

جواب: جی ہاں! اس سے پہلے میں آخری مرتبہ غالباً 1978ء میں آیا تھا، لیکن لاہور سے میرا تعلق بہت پرانا اور گہرا ہے۔ یہ ایک علم دوست اور علم پرور شہر ہے۔ میں نے زمانۂ طالب علمی میں کچھ برس یہاں گزارے ہیں۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ سے قرآن مجید کی تفسیر پڑھی ہے۔

یہ شہرِ اقبال ہے۔ مجھے فکرِ اقبال اور کلامِ اقبال سے ایک خاص ذہنی وقلبی تعلق ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے ''روائع اقبال'' کے نام سے کلامِ اقبال کے انتخاب کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ عرب دنیا کے اندر اقبال کے فکر و پیغام اور شاعری کو متعارف کرانے میں جتنا کام اس کتاب نے

کیا ہے، کسی اور ذریعے سے نہیں ہوسکا۔

مجھے دو مرتبہ اقبال سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ 1929ء میں، جب میری عمر محض چودہ پندرہ برس تھی، میں ان کی ایک نظم کا عربی میں ترجمہ کر کے خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اسے دیکھ کر مسرور بھی ہوئے اور متعجب بھی۔ متعجب شاید اس لیے کہ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنی چھوٹی عمر کے طالب علم نے ان کے اشعار کا عربی زبان میں ترجمہ کرلیا ہے۔ چنانچہ مجھ سے چند سوالات اس نوعیت کے کیے جیسے وہ اس بات کا اطمینان کرنا چاہتے ہوں کہ یہ ترجمہ واقعی میں نے کیا ہے۔ دوسری ملاقات لاہور ہی میں ان کے انتقال سے چند ماہ پہلے ہوئی، تب علامہ علیل تھے، ان پر نقاہت طاری تھی، اس کے باوجود دیر تک باتیں کرتے رہے۔ عالم عرب کے حالات کے بارے میں سوالات کرتے رہے۔ ان کے دیرینہ خادم علی بخش نے درمیان میں دو تین مرتبہ کہا بھی کہ ڈاکٹر جی! کچھ تو آرام کر لیجیے، لیکن ان کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ اُنھوں نے آرام کی کوئی پرواہ نہ کی اور دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

لاہور کے بارے میں تاثرات

سوال: آپ نے عالم اسلام کے تقریباً تمام علمی مراکز اور اہم شہروں کا دورہ کیا ہے۔ دنیا بھر کے بڑے بڑے شہروں اور یونیورسٹیوں میں گئے ہیں، لاہور سے بھی آپ کا تعلق عنفوانِ شباب سے ہے، اب پیرانہ سالی میں بھی یہاں تشریف لائے ہیں، علمی و ادبی نقطۂ نظر سے اس شہر کو آپ کیا مقام دیں گے؟

جواب: لاہور کو برصغیر کے تمام شہروں میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں علم دوستی کی فضا ہمیشہ قائم رہی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسے عروس البلاد کہا تھا۔ 1857ء کے بعد کئی ایک اہل علم ادیبوں اور شعراء نے یہاں بسیرا کرلیا۔ اورینٹل کالج، لاہور میں برصغیر کے کئی ایک نامور اساتذہ جمع ہوگئے، جن میں کئی ایک السنہ شرقیہ کے نہایت درجہ ماہر اور فاضلین میں سے تھے۔

یہ اقبال، مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا مودودی کا مسکن رہا ہے۔ میرے مرشد گرامی حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری خاص طور پر تقسیم کے بعد گرمیوں کے موسم یہیں گزارتے تھے۔ 1957ء میں جب یہاں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام بین الاقوامی اسلامی کلوکیم منعقد ہوا، تو

عرب ممالک سے آئے ہوئے اسکالروں نے قادیانیت کے فتنے کو جاننے اور اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے میں بہت دلچسپی ظاہر کی۔ تب عربی زبان میں کوئی تحریر یا کتاب نہ تھی، جو انہیں مہیا کی جاسکتی ہو۔ چنانچہ میرے مرشد گرامی جناب حضرت رائپوری نے حکم دیا کہ میں اس فتنے کے بارے میں عربی میں تفصیلی کتاب لکھوں جو مناظرانہ رنگ نہ لیے ہوئے ہو۔ چنانچہ میں نے لاہور میں گوشہ نشین ہوکر "اَلْقَادیانی و القادیَانیَّة" کے نام سے کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ بھی کئی ایڈیشنوں میں چھپ کر عام ہو چکا ہے ('قادیانیت۔ تحلیل و تجزیہ' کے عنوان سے)۔ حضرت رائپوری کا انتقال بھی 1962ء میں یہیں ہوا تھا۔

اب میرا لاہور آنا جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار میں شرکت کے لیے ہوا ہے۔ تقسیم کے بعد لاہور میں ایک بڑی تبدیلی جو میں محسوس کر رہا ہوں، وہ دینی تعلیم کے مدارس اور مراکز کا فروغ ہے۔ پہلے کے مقابلے میں (اب) کثیر تعداد میں لوگوں کی علم دین کی توسیع کے کام کی جانب رغبت ہے۔ ایک اور مثبت رجحان میں یہاں کے قیام کے دوران دیکھ رہا ہوں، وہ یہ کہ سنجیدہ علمی موضوعات پر خاصی کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ مجھے گزشتہ تین چار روز کے دوران جو کتابیں پیش کی گئیں، انھیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ لاہور علم کے رسیا لوگوں کا شہر بن چکا ہے۔ یہ بہت حوصلہ افزا پیش رفت ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ لاہور اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز ہی نہیں، نمونہ بھی بن جائے اور اس طرح یہ شہر پورے عالم اسلام میں ممتاز ہوجائے۔

عالم اسلام کو درپیش سب سے بڑا چیلنج

سوال: اس وقت عالم اسلام کو جو سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے، آپ کے نزدیک اس کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: اس وقت امریکہ اور اسرائیل عالم اسلام کے خلاف متحد ہوگئے ہیں۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کے نظام سیاست کو، ان کے نظام فکر کو، ان کے عالمی استیلاء کے امکان کو کوئی چیز چیلنج نہیں کرتی، سوائے مسلمانوں کے متحد و مؤثر وجود کے۔ لہٰذا پورے مغرب اور عیسائی دنیا اور اس کے ساتھ خاص طور پر یہودی عنصر (جو ان مغربی ممالک کے شانہ بشانہ ہے) کی کوشش ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں دین کی حمیت ختم ہوجائے، دین سے انتساب پر جو فخر ہے وہ ختم ہوجائے،

دین کا جو سرچشمہ ہے (یعنی ایمان) ختم ہوجائے اور اس کے اندر اس کے متبادل طریقہ پر احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) پیدا ہو۔

مغربی طاقتوں کے ہتھکنڈے

سوال: اس کے لیے وہ کیا ہتھکنڈے استعمال میں لا رہے ہیں؟

جواب: مغربی طاقتوں نے اپنی ذہانت سے بالکل صحیح سمجھا کہ محض فوجی برتری واقتدار اور محض سیاسی تنظیم واستحکام اور نئے اور مؤثر اسلحہ وطریق جنگ کافی نہیں، کسی ملک یا قوم کو مستقل طور پر غلام رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کا تعلیم یافتہ اور مثقف طبقہ (INTELLECTUAL CLASS) قوت حاکمہ سے ذہنی طور پر مرعوب ہو۔ اس کے لیے انہوں نے مستشرقین (ORIENTALIST) کو تیار کیا۔ بہت کم لوگوں نے اس راز کو سمجھا ہے کہ مستشرقین محض اپنے علمی ذوق کی بنا پر تحقیق وتصنیف کا کام نہیں کرتے، علمی ذوق تو محدود ہوتا ہے، لیکن استشراق کے پیچھے سیاسی واستعماری مقاصد اور سرپرستی کام کرتی ہے۔ یہ اس زمانہ کا بڑا خطرہ ہے اور اس خطرہ کا جو مرکز ہے، اس کو اور اس کے ہتھیار اور ہتھیار استعمال کرنے والوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

مستشرقین اور خدمت استعمار:

سوال: کیا سب مستشرقین نے صرف استعمار کی خدمت کے لیے علمی کام کیے اور اس میں عمریں صرف کردیں؟

جواب: مستشرقین اور ان کی تحقیقات، دعاوی اور مباحث سے مغربی استعمار نے جو کام لیا، وہ ان کے لیے مفید ثابت ہوا۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب سے مغربی استعمار مشرقی ممالک سے بے دخل ہوا، یا بعض جگہ بالکل کمزور ہوگیا، اس مدت میں مستشرقین کا کام بھی ڈھیلا پڑ گیا۔ یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے، نہ صحافت کو انحطاط ہوا ہے اور نہ ریڈیو کو اور جو طریقے ہیں خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے، ان میں صرف انحطاط ہی نہیں، بلکہ اضافہ ہوا، لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ مستشرقین کا کام بالکل ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ کبھی کوئی کتاب آجاتی ہے، اس میں وہ طاقت نہیں ہوتی، وہ قوت استدلال نہیں ہوتی جو پہلے ہوتی تھی۔ مستشرقین کا وجود محض عالم اسلام کے علمی، مذہبی طبقہ

کے اعتماد کو کمزور و متزلزل کرنے کے لیے اور ان کے اندر اپنے دین کے بارے میں اور قرآن کے بارے میں اور پھر فقہ و کلام کے بارے میں اعتماد کو متزلزل کر دینا تھا۔

نئی نسل کے نوجوانوں اور مغربی لٹریچر کا مطالعہ

سوال: لیکن ہماری نئی نسل کے نوجوانوں میں کتنے ہوں گے جو مستشرقین کی کتب کو بالاستیعاب پڑھتے ہیں؟

جواب: مغرب سے آئے ہوئے رسائل و جرائد تو شوق سے پڑھے جاتے ہیں، ان میں جو تحریریں اسلام، مسلم ممالک اور مسلم معاشروں کے بارے میں چھپتی ہیں، وہ سب مستشرقین کی کتابوں اور اندازِ فکر سے متأثر ہو کر بلکہ رہنمائی حاصل کر کے لکھی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان اور پاکستان میں صورتِ حال قدرے بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر اب تک برصغیر میں ایسے علماء، محققین اور شعراء — جیسا کہ مولانا حالیؔ، اکبر الٰہ آبادیؔ اور علامہ اقبال ہیں — پیدا ہوئے ہیں، جنہوں نے محکم دلائل اور استدلال کی قوت سے کام لے کر مغربی افکار و علوم کے مقابلے میں اسلام کی حقانیت کو نہایت عمدہ طریق اور اسلوب کے ساتھ ذہنوں پر واضح کیا اور اس کا اثبات بھی کیا، جس سے یہاں کی نئی نسلیں بھی متأثر ہوئیں۔

لیکن عرب دنیا میں صورتِ حال ایسی نہیں، وہاں کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر احساسِ کمتری پیدا ہو رہا ہے۔ وہ جو کتابیں پڑھتے ہیں، فرنچ میں، انگریزی میں، یہاں تو اس کا کم رواج ہے، بعض دوسرے ملکوں میں خاص طور پر فرانس کے مقبوضات میں (مغربی شمالی افریقہ کا علاقہ فرانس کے ماتحت رہا ہے، مراکش اور الجزائر بھی فرانس کے ماتحت رہے ہیں، یہاں تک کہ لیبیا، طرابلس تک فرانس کے ماتحت رہے ہیں) تو یہاں فرنچ لٹریچر اور دوسرے ملکوں میں انگلش لٹریچر پھیلا ہوا ہے، اس میں یہ سب اثرات ہیں۔

اس وقت ممالک عربیہ امریکہ اور اسرائیل کا نشانہ بن چکے ہیں:

سوال: لیکن الجزائر میں تو پچھلے سات آٹھ برسوں کے دوران بہت بڑی اسلامی تحریک اٹھی ہے اور اسے عوامی مقبولیت بھی حاصل ہوئی ہے؟

جواب: یقیناً ایسا ہوا ہے، لیکن وہاں کے حکمران طبقوں، وہاں کی سول بیوروکریسی اور وہاں کی فوجی قیادت پر جو لوگ چھائے ہوئے ہیں، وہ تو سب اسی مغربی لٹریچر سے شدید متأثر ہیں۔ ان کے اندر احساس کمتری اس قدر زیادہ ہے کہ سخت ظلم وستم سے کام لے رہے ہیں۔

میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل تشویش اور حزن وفکر کی بات یہ ہے کہ ممالک عربیہ اس وقت امریکہ اور اسرائیل کا نشانہ ہے۔ ان کا یہ حملہ بہت حد تک کامیاب ہے۔ وہاں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ (جو قیادت کے منصب پر عام طور پر فائز ہوتا ہے) جیسا کہ میں نے اوپر واضح کیا، احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گیا ہے، وہ اسلام کے مستقبل سے گویا مایوس ہوتا جا رہا ہے، خاص کر الجزائر اور مصر پیش پیش ہے۔ وہاں کی قیادتیں اور حکومتیں دینی دعوت اور حکومت سے بہت زیادہ خائف ہیں۔ وہاں اصل ٹکراؤ دینی نشأۃِ ثانیہ کی تحریک ودعوت سے ہے۔ حکومتوں اور دین پسند اور اسلام پسند طبقوں کے درمیان محاذ قائم ہے، حالانکہ الجزائر، طرابلس، المغرب اور مصر یہ وہ ملک ہیں جن میں تحریک آزادی کی قیادت علماء نے کی، لیکن آج ان ممالک کے حکمران طبقے سب سے بڑا خطرہ دین کے داعیوں اور اسلامی قائدین کو سمجھتے ہیں۔ مصر میں شیخ حسن البنا کو خطرہ سمجھا گیا، وہ شہید کیے گئے۔ عبدالناصر کا زمانہ آیا تو سید قطب کو شہید کیا گیا اور کتنی جانیں شہید ہوئیں۔ مصر اور الجزائر کی حکومتیں خاص طور پر دین کے جذبے کے بیدار ہونے، دینی حمیت کو اور یہ کہنے کو کہ ''یہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے''، ''یہ حکومت کیوں کر رہی ہے؟'' اس کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں۔ ان کو خطرہ نہ اب اسرائیل سے ہے، نہ کسی اور غیر مسلم طاقت سے ہے، اب اگر خطرہ ہے تو صرف دینی عناصر سے، یہ بڑا المیہ ہے۔

برصغیر کے دینی علم اور شعور رکھنے والے نوجوان عربوں کو متأثر کرنے کی صلاحیت پیدا کریں

میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک حل یہ ہے کہ برصغیر کے دینی علم اور شعور رکھنے والے نوجوان اپنے اندر وہ قابلیت پیدا کریں کہ عربوں کو متأثر کر سکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ عربی زبان وادب پر انہیں مکمل گرفت حاصل ہو۔ ان کی زبان میں وہ تاثیر ہو اور وہ شگفتگی، جاذبیت و ادبیت ہو کہ عرب اسے پڑھ کر متأثر ہوں اور کہیں کہ کیا خوب لکھا ہے!!۔

اہل پاکستان کے لیے خصوصی پیغام:

سوال: اہل پاکستان کے لیے آپ کا خصوصی پیغام کیا ہے؟

جواب: پاکستان جس مقصد کی خاطر قائم کیا گیا، جو اصل بنیاد ہے، اس پر اس کے معاشرے اور اس کی اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر گوشہ کی تعمیر نو کی جائے، یہاں کی معاشرتی زندگی، یہاں کی ثقافت، حتیٰ کہ رسوم و رواج کو اسلام کی تعلیمات اور قرآن و سنت کی واضح ہدایت میں ڈھال دیجیے۔ یہ کام آپ کر لیں گے تو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ آپ کی خصوصی حفاظت فرمائے گا، غیب سے مدد آئے گی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنْ تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ﴾ (محمد:۷) کہ ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ یقیناً تمہاری مدد کرے گا۔'' یہاں اللہ کی مدد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے، صرف زندگی کے ایک گوشے میں نہیں، بلکہ حیاتِ انفرادی اور اجتماعی کے ہر ہر گوشے اور شعبے میں۔

اگر آپ یہ کام کر لیتے ہیں تو میں یقین دلاتا ہوں، ''تاریخ دعوت و عزیمت'' کے مصنف اور ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو عالم اسلام کے علاوہ پوری دنیا میں گھوما پھرا ہے، وہاں کے علمی مراکز میں گیا ہے، اصحاب فکر و نظر سے ملا ہے:

کہ

اسلام پر پورے اخلاص

کے ساتھ عمل کرنے کے نتیجے میں آپ کو کہیں سے

مدد لینے کی ضرورت

پیش نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ براہِ راست

آپ کی مدد اور نصرت وحمایت

کرے گا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی نعمت کا تصور کیا جا سکتا ہے؟!!

افکارِ اقبال کی خوشبُو

پروفیسر رشید احمد انگوی

یہ روحِ اقبال کی زندہ کرامت ہے کہ ماہِ نومبر قریب آتا ہے تو دل کلامِ اقبال کی طرف مائل ہوتا ہے اور قلم اپنے آپ کو آمادہ پاتا ہے کہ انوار وافکار اقبال کا کچھ تبرّک وطنِ اقبال کی نئی نسلوں تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ ''آسان کلیاتِ اقبال'' (الفیصل کمپنی) کا نسخہ سامنے کھلا پڑا ہے۔ نوکِ قلم کو جو کچھ لکھنے کا حکم ہوا' اس کی تعمیل آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ آئیں میں بھی اور آپ بھی درسِ اقبال سنتے ہیں:

1

اے مرے فقرِ غیور فیصلہ تیرا ہے کیا
خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک (محراب گل افغان، ص704)

پہلی نظم سے ہی حریت پسندانہ افکار کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور سات سمندر پار سے انگریز سامراج نے برصغیر پر جو قبضہ جما کر انسانوں کو غلام بنا رکھا تھا تو ضمیر فروشوں کو انعامات سے نوازا جاتا جب کہ آزادی کے متوالوں کو قید و بند کی صعوبتیں اور دار و رسن کی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا، جسے آزادی کے متوالے شوق سے چوم لیتے۔ ایسے میں علامہ ایک مردِ حُر اور غیرت مند فقیر کے جذبوں کی ترجمانی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہ ظالم سامراج کی عنایات و نوازشات کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر ''شاہی لباس'' کی بھیک کی بجائے اپنے تار تار لباس حریت کو ترجیح دیتا ہے۔

2 تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا

عجب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے (م گ ا،ص705)

ماحول اور معاشرے میں بہتری اور تعمیر و ترقی کا طلب گار ہونا ایک باضمیر اور فرض شناس انسان کی فطری آرزو ہوتی ہے مگر علامہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ ماحول کی تبدیلی کی آرزو کرنے سے زیادہ اہم اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے اندر تبدیلی لاکر خود کو بدل دے۔ اگر وہ اس تبدیلی کی حقیقت کو سمجھ کر اپنے آپ کو بدلے گا تو ایہ انقلاب کا پہلا مرحلہ ہوگا اور وہی شخص ماحول کو بدل سکتا ہے جو اپنے آپ کو بدلنے کا نمونہ پیش کر کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے ایک دوسرے مقام پر علامہ کا فرمان ہے: ''جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی''

3 محرم خودی سے جس دم ہوا فقر

تو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ! (م گ ا،ص707)

علامہ کے ہاں فقر بے نیازی کا وہ مقام ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی سے کوئی امید وابستہ نہیں رکھتا' یہ اپنے طرز کی بادشاہی ہوتی ہے اور یہ اسی انسان کو نصیب ہوتی ہے جو اپنی خودی کو پہچان کر اپنی سب امیدیں اور آرزوئیں اللہ ہی سے وابستہ کر لیتا ہے۔ اس شعر میں علامہ اسی حقیقت کا اعلان فرماتے ہیں کہ اے نوجوان جس لمحے بظاہر ایک بے نوا فقیر نے اپنی بے خودی کو پہچان لیا اور مردِ خود آگاہ بن گیا تو سمجھ لو کہ اسی لمحے وہ اپنے ضمیر اور اپنے من کی دنیا کا بادشاہ و شہنشاہ بن گیا۔

4 تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج

عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان (م گ ا،ص709)

اس نظم میں افغانوں کو حیات آفریں تعلیمات دی جارہی ہیں اور اس شعر میں دنیا پرست اور معمولی اغراض پر بِک جانے والے عالم فاضل مگر بے عمل لوگوں کی مذمت کی گئی ہے کہ علم تو روشنی ہوتی ہے اور اہل علم کا مقام تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ خود بھی علم کے مطابق اچھے اعمال و کردار کا مظاہرہ کر کے انسانوں کی باعث بنیں۔ ہر دور میں ایسا ہوتا ہے کہ باطل پرست حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے کتنے ہی علمائے سُو شرمناک کردار پیش کرتے ہیں تو

علامہ کے بقول ایسے عالموں کے مقابلے میں وہ بے علم لوگ اچھے ہیں جو معمولی اغراض کے لیے اپنا دین ایمان نہیں بیچتے۔

5 ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دمِ پرواز سر تا پا نظر! (م گ ا،ص 710)

شاہین ایک بلند پرواز اور مزاجاً غیور پرندہ ہونے کی بنا پر علامہ اقبال کا محبوب و پسندیدہ ایسا جاندار ہے کہ وہ اسے نوجوانوں کے سامنے اس جذبے سے پیش کرتے ہیں کہ نوجوان اپنے اندر عقابی صفات پیدا کریں۔ اس نظم میں بتایا گیا ہے کہ کوا اور چمگادڑ شاہین کے جسم کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ یہ ایک برا سا بے کار پرندہ ہے جس پر علامہ ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں کہ شاہین کے مقام و مرتبہ اس کے حالات و کمالات اور اعلیٰ صفات یہ بیچارے کہیں کم مرتبہ صحرا کے پرندے کیا جانیں کہ یہ اڑتا ہے تو گویا اس کا پورا جسم آنکھ بن کر شکار پر جھپٹتا ہے۔ علامہ کا وہ مصرع یاد کریں ع کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

6 یوں بھی دستورِ گلستاں کو بدل سکتے ہیں
کہ نشیمن ہو عنادل پہ گراں مثلِ قفس (م گ ا،ص 710)

سادہ سی بات یہ ہے کہ باغ میں ہر پرندہ اپنے گھونسلے میں ہنسی خوشی رہتا ہے مگر شکاری کے ہاتھوں پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیا جائے تو بروقت اس سے نکل کر آزاد ہونے کی کوشش کرتا ہے مگر شاہین اس سے ہٹ کر طریقہ اختیار کرتا ہے کہ گھونسلا بنا کر اس میں رہنا اسے ناپسند ہے اور وہ آزاد شب و روز گزار کر منفرد انداز اپناتا ہے۔ اسی بنا پر علامہ اس سے یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ:

ے نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

7 وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری (م گ ا،ص 711)

یہ اس سلسلے کے دسویں حصے کا پہلا شعر ہے جس میں ایک سچے کھرے غیرت مند نوجوان کا تعارف یوں ہوا کہ ایسا ہی جواں مرد اپنے پورے قبیلے کی آنکھ کا تارا اور دل کا ٹکڑا ہوتا ہے

جس کی جوانی پاکیزہ اور کردار بلند ہوتا ہے اور ایسا مضبوط و طاقت ور ہوتا ہے کہ دشمن پر اس کا وار انتہائی مؤثر اور کامیاب ہوتا ہے۔ جنگ ہو تو شیر کی طرح بہادری کے نظارے دکھاتا ہے اور امن کی صورت میں اعلیٰ ترین ہرن کی طرح امن و سلامتی کا فرشتہ دکھائی دیتا ہے۔ علامہ کے بقول اس کا وجود اپنے سوز اور حرارت سے گویا پورے جنگل کو جلا دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایسے غیور اور پاکباز نوجوان کے چہرے پر اللہ کریم شاہانہ جلال و دبدبہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کی شخصیت میں حضرت علیؓ کے فقر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ مردِ حق کی ظاہری سادگی پہ نہ جانا کہ اس پر تو شاہانہ جلال قربان کرنے کو جی چاہے۔ اللہ نے اسے بہت شان سے نوازا ہے۔

8 بے اشک سحرگاہی تقویمِ خودی مشکل

یہ لالۂ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جُو (م گ ا،ص 713)

اس باب کا حصہ نمبر بارہ پانچ اشعار پر مشتمل ہے۔ پہلا شعر ترکی کے مغرب پرست لیڈر مصطفیٰ کمال کی مذمت میں ہے کہ تم یورپی تہذیب اور لاطینی زبان کے کن چکروں میں پڑے ہوئے ہو۔ اس کمزور و ناتواں اُمت کی طاقت ربّ کائنات کی بندگی اختیار کرنے میں ہے جو کائنات کی غالب ہستی ہے۔ اس شعر میں اپنی خودی پہچان کر اپنے مالک کے حضور رات کے پچھلے پہر آنسو بہا کر سجدے کرنے میں ہے۔ جب تک یہ لائحہ عمل نہ اپنایا جائے خودی کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ مومن کا دل قربِ الٰہی اور خوفِ خدا کی فضا میں مضبوط و مستحکم ہوتا ہے کیونکہ اس کی مثال ندی کے کنارے بہار دکھانے والے پھول کی ہے۔

9 مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طفلانہ طبیعت تیری

اور عیّار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش (م گ ا،ص 712)

یہ اس باب کے چار اشعار میں سے آخری شعر ہے۔ پہلے شعر میں اشارہ ہے کہ اُمت مسلمہ کا ماضی بہت روشن تھا مگر آج یہ زمانے میں قائدانہ کردار ادا نہیں کر رہی تاہم عین ممکن ہے کہ ملتِ اسلامیہ جدوجہد کر کے اپنا مقام حاصل کر سکے اور اس کے خاموش اور بجھے ہوئے چراغ پھر روشن ہو جائیں۔ پرعزم لوگ تقدیر کے گلے شکوے لے کر بیٹھ نہیں جاتے بلکہ جدوجہد کی راہ میں زخم کھا کر آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ اسلامی زندگی اختیار کرنے والے ہر روز سحری کے وقت سے اٹھ

کر بابرکت دن کا آغاز کرتے ہیں جب کہ سستی وکاہلی کے مارے بے کار لوگ نیند کے نشے میں مدہوش پڑے رہ جاتے ہیں۔اس شعر میں علامہ مغرب کی عیاری ومکاری سے خبردار کرتے ہیں کہ مغرب کی ظاہری چکا چوند سے کہیں مرعوب نہ ہوجانا۔ یہ اپنی زہریلی اور بدکار تہذیب کوشوگر کوٹڈ انداز میں اس طرح پیش کرتا ہے کہ سادہ لوح افراد اس کی حقیقت جاننے میں غلطی کر جاتے ہیں۔

10 ہر سینے میں اِک صبح قیامت ہے نمودار

افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا (م گ ا،ص714)

علامہ نے اپنی ملت کو مغرب کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جو طویل جدوجہد کی تو یہاں اس کی تاثیر اپنی آنکھوں اور اپنے وجدان سے محسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو تو سہی کیسا خوش گوار منظر ہے کہ نوجوان اپنی عظیم الشان جدوجہد کے نتیجے میں باطل نظام کو تہہ و بالا کرنے جارہے ہیں اور غلامی کی تاریک رات ختم ہو کر صبحِ آزادی طلوع ہونے کو ہے۔ معرکہ حق وباطل میں جہادِ زندگانی کے فلسفے سے آشنا نوجوان کامیابیوں کی جانب رواں دواں ہیں جب کہ خانقاہی فضائیں اس جدوجہد میں پیچھے رہ گئی ہیں کیونکہ ان کے حقیقی ایمانی جذبے ٹھنڈے پڑے ہوئے ہیں۔

11 جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے

اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی (م گ ا،ص714)

علامہ فرماتے ہیں کہ راہ عشق پر چلنا جرأت اور دلیری کا تقاضا کرتا ہے اور سچے عشق کے نتیجے میں بہترین مدد تو مالکِ حقیقی کی جانب سے نصیب ہوتی ہے اور جب اللہ کا ہاتھ بندے کا ساتھ شامل ہوجائے تو پھر اس کی قوت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ میں ایک ایک فرد کو دنیا نے ہزار سپاہیوں کے برابر قرار دیا تھا۔ علامہ کو جب وہ مجاہد دکھائی نہیں دیتا جو راہ جہاد کی سختیوں، تکلیفوں، آزمائشوں اور مشکلات کا ہمت و حوصلے سے استقبال کر سکے تو انہیں بہت افسوس ہوتا ہے اور وہ نوجوانوں کو اس مقامِ عشق کے لیے تیار کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پہاڑوں کی سمت فضا اپنے مکینوں میں پتھروں، چٹانوں جیسی سختی پیدا کر دیتی ہے۔ وہ اپنے پسندیدہ شاہین کو بھی ''پہاڑوں کی چٹانوں میں'' دیکھنا چاہتے ہیں۔

12 فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق
پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری (م گ ا،ص715)

تعلیم وتربیت ہر معاشرے کی اوّلین ترجیح ہوتی ہے کہ نئی نسل کے فکر وعمل کو مطلوبہ سانچوں میں ڈھالا جائے۔ زندگی کے وجود کی تعلیمات کا ایک حصہ تو فطرت خود مہیا کرتی ہے تاہم باقی کام مدرسہ وخانقاہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ طالب وسالک ان طلبا کی اصطلاحیں ہیں۔ مسلمان مجاہد اللہ کی تلوار ہوتا ہے جو مضبوط فولاد یا لوہے سے بنتی ہے مگر اس فولاد کو ریشم جیسا نرم بنا دیا جائے تو یہ خاک کام کرے گا۔ تعلیم وتربیت کے نتیجے میں ایسا مزاج بنایا جاتا ہے کہ فولاد صفت انسان راہ میں حائل رکاوٹوں سے ٹکرا کر پاش پاش کر دے۔ اسی طرح اس کا خوددار وغیرت مند ہونا ضروری ہے۔ علامہ کے بقول مغربی تہذیب اپنی عیاری ومکاری سے مستی وبے خبری میں گم کر دیتی ہے وگرنہ مسلمان کو تو انسانیت کا قائد بنایا گیا ہے۔

13 کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سر مستیاں گناہ نہیں (م گ ا،ص718)

اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلامی تہذیب کو کہیں زیادہ ارفع واعلیٰ قرار دیتے ہیں کیونکہ اسلامی تہذیب تو براہِ راست کائنات کے حقیقی نور ذات بارت تعالیٰ کی تعلیمات اور حضور خاتم النّبیین ﷺ کی تعلیمات وسیرت طیبہ پر مبنی ہے۔ تاہم حصول علم کی جدید سائنسی خزانے جو لیبارٹری ریسرچ پر قائم ہیں مغرب کی یونیورسٹیوں میں ہیں اور وہاں سے کسبِ فیض کرنا ہرگز ممنوع نہیں۔ مسلمان ممالک کی نااہلی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس میدان میں بہت پیچھے ڈال دیا افسوس کہ اُمت مسلمہ کا حال قابل رشک اور قابل تقلید نہیں مگر اس ماحول کو بدلنے میں باہر سے کوئی رکاوٹ نہیں، اپنی ہی تھڑ دلی اور کمزوری ومجرمانہ کوتاہی اس کا سبب ہے۔ آخر ہم ایٹمی طاقت بھی تو بن ہی گئے۔

14 فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگرانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کُوہستانی

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر قسم کے انسانی تصنّعات اور تکلّفات سے پاک ماحول

فطرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ بندۂ مومن اصلاً سادہ فطرت اور فطرت کے بہت قریب ہوتا ہے۔ بہترین انسانی اوصاف فطرت کے قرب سے پیدا ہوتے ہیں۔ فطرتی زندگی میں کئی مشکلات اور تکالیف و آزمائشوں سے واسطہ پڑتا ہے جن کو بندۂ مومن بخوشی جھیلتا ہے اور حالات کا گلہ نہیں کرتا۔ فطرت کے دو بڑے مظاہر صحرا یا ریگستان اور پہاڑ ہوتے ہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے نشیب و فراز اور فطری امتحانات ہوتے ہیں جن سے انسان میں جفاکشی پیدا ہوتی ہے۔

15 اے شیخ! بہت اچھی مکتب کی فضا، لیکن

بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

یہ گزشتہ شعر کا تسلسل ہے کہ اگرچہ تعلیم و تربیت کا معروف مقام مدرسہ یعنی تعلیمی ادارہ ہے مگر انسانی شخصیت کی تکمیل کے لیے جو وسیع فضا درکار ہوتی ہے وہ تو صحرا کی وسعتوں میں میسّر آتی ہے۔ اسی لیے عرب اپنے بچوں کو ابتدائی زندگی میں شہروں سے باہر کی کھلی فضاؤں میں رکھتے تھے۔ علامہ نے اپنے کلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسلامی خلافت کے ادوار کا ذکر کرتے ہوئے ''وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گھوارا'' کا ذکر کیا ہے جہاں ان کی شخصیات کی پرورش ہوئی اور انہوں نے حکمرانی کا تاریخی اور تاریخ ساز نمونہ پیش کیا اور اس شعر میں وہی بیان ''بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلیمانی'' کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے اور آخری شعر میں مسلمانوں کے بے پناہ اسلامی جذبے اور جوش و خروش کو تلوار کی مضبوطی، قوت اور تیزی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

عیش و عشرت کی ثقافت اور دعوت کی روایت کا خاتمہ

سیّد خالد جامعی ★

(بشکریہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، اگست رستمبر 2018ء)

اُمّتیں جب عیش و عشرت کے اسلامی جواز تلاش کرتی ہیں تو وہ تاریخ کے صحرا میں اس طرح گم ہو جاتی ہیں جس طرح کسی بیوہ کا آنسو تنہائی میں شب فراق کے تصور سے پلکوں سے گر کر زمین میں تحلیل ہو جاتا ہے، جدید سائنس و ٹیکنالوجی کا مقصد صرف عیش و عشرت کی فراوانی کے ذریعے مادیت کو روحانیت پر غالب کرنا ہے، اس لیے جدید سائنس اسلامی تہذیب کی اصل حریف اور دشمن ہے، اس کو غیر جانبدار سمجھنا، اسے اسلامی تاریخ و تہذیب کا گمشدہ قافلہ قرار دینا اور اس کے حصول پر اُمت کی نجات، عروج اور شان و شوکت کو منحصر رکھنا، جدیدیت پسندی ہے، اصل عروج یہ ہے کہ فرد اس پیغام پر دل کی گہرائیوں سے قائم ہو جائے جو حق ہے 'الحق' ہے، 'الکتاب' ہے، آخری پیغام ہے اور وہ اسلام ہے۔

دعوتوں میں لوٹ مار کی ثقافت

اس عیش و عشرت کی زندگی کا مشاہدہ ہم اپنے عہد کی دعوتوں سے لگا سکتے ہیں جس میں اب کھانے پینے کا انتظام دسترخوان کے بجائے مغربی طرز اور روش پر ہوتا ہے، لوٹ مار کی ثقافت عام ہے۔ اب تو عوام الناس تو ایک طرف، خواص اُمت بھی مغربی روش پہ چل نکلے ہیں، خواص کے صاحبزادوں کی شادیاں اب سادگی کا منظر پیش نہیں کرتیں، وہاں بھی کھانا دسترخوان پر نہیں ملتا،

★ ناظم شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ کراچی

یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے بلکہ یہ عظیم المیہ ہے۔ اگر اسلامی تحریکوں کے قائدین کی تقاریب میں دستر خوان کی سنت زندہ نہیں ہوگی تو پھر عوام کے یہاں اس سنت کا احیاء محال ہے۔

دستر خوان کے فوائد

دستر خوان کی سنت کے کئی فوائد ہیں ہمارے اخلاقِ رذیلہ کے لیے یہ سنت ایک حصار بن جاتی ہے، کھانا ضائع نہیں ہوتا، بزرگوں اور بچوں کو کھانا لینے کے لیے دھکے نہیں کھانے پڑتے، بزرگوں اور مہمانوں کو فقیروں کی طرح قطار میں پلیٹیں لے کر نہیں کھڑا ہونا پڑتا اور بار بار پلٹنا نہیں ہوتا، عزت کے ساتھ سب کو بیٹھے ہوئے کھانا ملتا ہے لیکن دستر خوان ہماری معاشرت اور ہماری دعوتوں کے لیے اجنبی ہوگیا ہے، کیا اس سنت کے فوری احیاء کی ضرورت نہیں ہے؟

بوہری فرقے کی دعوتیں اور تقاریب

بوہری فرقے کے سربراہ برہان الدین کی ہدایات کے مطابق بوہری فرقے کی تمام تقاریب شادی ولیمہ ان کے جماعت خانے میں ہوتی ہیں، مغرب کے فوری بعد کھانا شروع ہوجاتا ہے اور عشاء کی اذان کے ساتھ ہی دستر خوان اٹھالیا جاتا ہے۔ تقریب میں شرکت کے لیے پاجامہ کُرتا پہننا لازمی ہے، نشست فرشی ہوتی ہے، غریب سے لے کر ارب پتی بوہری کی دعوت میں یہی طریقہ ہوتا ہے، اُمرا کی تقاریب میں حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار آتے ہیں تو وہ اسی طرح فرشی نشست پر بیٹھتے ہیں ان کے لیے میز کرسی کا انتظام نہیں کیا جاتا، مہمانوں کے سامنے ایک طشت یا تھال رکھ دیا جاتا ہے جس میں چھ آٹھ آدمیوں کے سمانے کی گنجائش ہوتی ہے کسی کو الگ رکابی نہیں دی جاتی، سب مل جل کر کھاتے ہیں، سب سے پہلے نمک چٹایا جاتا ہے پھر دو دو سموسے دیے جاتے ہیں پھر ایک تکے کا ٹکڑا اس کے بعد بریانی آتی ہے وہ حسب طلب آتی رہتی ہے پھر میٹھا اور محفل برخاست۔ اگر بوہری برادری دستر خوان کی سنت کو غربا سے لے کر امراء تک نافذ کر سکتی ہے تو اسلامی تحریکیں، دینی جماعتیں کم از کم اپنی تقاریب میں اس سنت کو زندہ کر سکتے ہیں کیا اس طرف توجہ کی ضرورت نہیں ہے؟ دعوتوں میں لوٹ مار کا اسلوب جس طرح عام ہوگیا ہے، اس سے بچنے کا واحد طریقہ دستر خوان پر کھانا کھلانا ہے۔ افسوس ہے کہ اسلامی اور احیائی تحریکیں

معاشرتی ضرورتوں اور معاشرتی تبدیلیوں سے آگاہ نہیں اور ان امور پر ان کی نظر نہیں ہے پھر انقلاب کیسے برپا ہو؟ جو انقلابی اپنے ولیمے شادی اور تقاریب میں دسترخوان کی سنت جاری نہیں کرسکتے وہ عہد حاضر کی اسلامی ریاست میں سنتوں کا احیاء کیسے کرسکتے ہیں؟

اِسراف وتصنّع کی ثقافت اور معاشرے سے دعوت کی روایت کا خاتمہ

اس عیش عشرت، اسراف وتصنع اور بناوٹ کی ثقافت نے پاکستانی معاشرے سے دعوت کی روایت کو ختم کردیا ہے۔ آج سے بیس پچیس سال پہلے خاندانوں میں دوست واحباب میں دعوتوں کا شدت سے رواج تھا۔ پڑوسی، احباب، اہل محلّہ، اہل خاندان ایک دوسرے کے گھر کثرت سے آتے جاتے اور کثرت سے دعوتیں دیتے تھے لیکن اب دعوت کی روایت بالکل مرچکی ہے، خاندانوں میں لوگ سال میں کبھی کبھار گھروں میں دعوت دیتے ہیں۔ سماجی تقاریب وغیرہ کی دعوت ایک الگ معاملہ ہے، لیکن خاندان کی دعوتیں اور ذاتی دعوتیں شجرممنوعہ ہوگئی ہیں، پہلے کسی گھر میں اچھی دال، سبزی، ساگ، بھات، کڑی، چٹنی، کھاجا، مٹھائی، پاپڑ، پوری، حلیم، کھچڑا، گلتی، بیسنی روٹی، پکوڑے، برسات کے پکوان، گلگلے، اصلی گھی یا لسی بنتی تو لوگ ایک دوسرے کو مدعو کرلیتے تھے، اب دعوت کا تصور مرغی، تکے، بریانی، گوشت اور انواع واقسام کے کھانوں سے وابستہ ہوگیا ہے، لہٰذا چھوٹی سے چھوٹی دعوت بھی ہزار دو ہزار روپے کی پڑتی ہے، لوگ یہ سوچتے ہیں کہ کسی کو بہت دور سے بلائیں وہ اپنا پٹرول لگا کر آئے اور اسے کڑی، سبزی، ساگ، بھات، بیسن کی روٹی کھلادی جائے تو بہت بے عزتی ہوگی، لہٰذا اس بے عزتی سے بچنے کے لیے لوگوں نے دعوتیں ختم کردیں، جبکہ دعوت کا مقصد میل جول ملاقات آپس کے تعلقات میں گہرائی گرم جوشی ہے لیکن اب دعوت صرف کھانے پینے کی اشیاء کی کثرت سے منسوب ہے، یہ نہ ہو تو دعوت کا فائدہ کیا؟ ہمیں اتنی دور سے کیا دال کھانے کے لیے بلایا تھا، اس حاسد حریص رویے نے دعوتوں کی اسلامی روایت کا خاتمہ کردیا ہے۔

دعوت کی روایت کا احیاء

کیا اس روایت کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے؟ کیا دینی تحریکیں اس روایت کو زندہ کرنے

کے لیے کوئی معاشرتی کردار ادا کرسکتی ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ شادی، ولیمے، عقیقے کی تقاریب میں سادہ کھانا کھلایا جائے۔ سادگی کا عنصر دینی ولادینی عناصر کی دعوتوں سے رخصت ہوگیا ہے، لہٰذا دعوت کی اسلامی روایت اب تصنع، ملمع کاری، بناوٹ، نمائش، دکھاوے کی نذر ہو چکی ہے۔ مختلف ادوار میں دعوت کی روایت کا جائزہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوتیں، ان ضیافتوں میں پیش کیے جانے والے ماحضر کی تفصیلات، اس ولیمے کی تفصیل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے شاندار ولیمہ تھا اور اس میں صرف ایک بکری ذبح کی گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ولیمے کی تفصیلات جس میں مہمانوں کو کھجور اور پنیر پیش کیا گیا تھا، ان تمام تر تفصیلات کی روشنی میں کیا امت مسلمہ کا کوئی گھر آج ایسی دعوتوں کا احیاء کرسکتا ہے؟ کیا ان دعوتوں کا احیاء اب بھی وقت کی ضرورت نہیں ہے؟ جب چاول دو سو روپے کلو آٹا سو روپے کلو فروخت ہو رہا ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سادگی کو اختیار کرنے کا وقت اب بھی نہیں آیا؟ کیا اس عہد سادگی کو واپس لانا دین، عقل، نفس، مال اور جان کی حفاظت کے لیے اب بھی ضروری نہیں ہے؟ اگر اب نہیں تو پھر کب؟؟

کیوں؟

دسترخوان کی روایت

غریبوں، ضرورتمندوں، بے کسوں کے لیے ہسپتالوں کے باہر، چوکوں، گلیوں اور بازاروں میں دسترخوان سجانے والے اہل ثروت متموّل طبقات اپنے ولیموں اور دیگر خوشیوں کے مواقع پر اپنے گھروں میں دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے کو رواج کیوں نہیں دیتے۔ (ادارہ)

معاشی دہشت گردوں، سیاسی مسخروں کا احتساب
'اب نہیں تو کب' اور تحریک انصاف نہیں تو کون؟

ابوفیصل محمد منظور انور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ تَابَ (بخاری عن ابن عباسؓ)

"اگر انسان کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو تیسری کا خواہشمند ہوگا اور انسان کا پیٹ مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو دل سے سچی توبہ کرتا ہے"

اسلامی تعلیمات سے نابلد پاکستان کے طبقہ اشرافیہ کی ہوسِ زر نے تو تمام حدیں پھلانگ ڈالی ہیں اور یہ ناجائز ذرائع سے مال ودولت کی کئی وادیوں کے مالک بننا چاہتے ہیں دولت کے انبار لگانے میں یہ بدبخت ایک دوسرے سے سبقت کے لئے کوشاں ہیں۔ معاشی دہشت گردوں پر پرانے الزامات چھوڑ یئے ان کے نئے کارنامے سامنے آئے ہیں سنتا جا شرماتا جا بے نامی اکاؤنٹس میں اربوں کی منی لانڈرنگ کے حوالے سے ہوشربا انکشافات نے عام پاکستانی کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے ابھی تو کارروائی ابتدائی مراحل میں ہے کتنے بڑے بڑے مگرمچھوں کے نام سامنے آرہے ہیں جے آئی ٹی نے کارروائی کا آغاز کیا تو پتہ چلا کہ اس میں بڑے بڑے پردہ نشینوں کے نام آنے والے ہیں معلوم نہیں یہ سلسلہ کہاں جاکے رکے گا۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق پچھلے دو تین عشروں میں 30ہزار ارب روپوں کے قرضے لئے گئے۔ کہاں گئے؟ کچھ معلوم نہیں ہے۔ ملک پر 95ارب ڈالرز کے لگ بھگ بیرونی قرضے ہیں۔ دوبئی میں 15ارب ڈالرز کی جائیدادیں بنائی گئی ہیں۔ 5.3ارب ڈالرز کی منی لانڈرنگ پاکستان سے ہوئی۔ 10ممالک میں 5ہزار سے زائد جعلی اکاؤنٹس کھولے گئے۔ پاکستان سے 700ارب روپے غیر قانونی طریقوں سے باہر بھیجے گئے۔ جے آئی ٹی نے 750ارب مالیتی جائیدادوں کا سراغ لگایا۔ اومنی گروپ کے ذریعے بھی منی لانڈرنگ ہوئی لانچوں کے ذریعے اربوں ڈالرز باہر بھجوائے گئے۔ مالی، باورچی اور فالودے والے کے اکاؤنٹس میں اربوں کی ٹرانزکشنز ہوئیں۔ سندھ میں 8 شوگر ملز کو 13ارب روپے کا قرضہ معمولی رقم کی وارنٹی پر دیا گیا۔ نیب کی طرف سے اپوزیشن اور حکومت میں بیٹھی 171اہم شخصیات اور سندھ کی لسانی تنظیم MQM کے 726افراد کو منی لانڈرنگ کے نوٹس دیے گئے۔ اس سے قبل پانامہ لیکس میں 400 کے لگ بھگ افراد کے نام آئے۔ ہر روز نیا انکشاف ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اربوں کی منی لانڈرنگ کی جارہی ہے۔ لگتا ہے کہ یہ معاشی دہشت گرد چارٹر آف کرپشن بنا کر ملکی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کے ایجنڈے پر گامزن ہیں۔ ظالموں نے ملکی وسائل لوٹ کر ملک کو کنگال کر کے رکھ دیا ہے جو دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔

جناب چیف جسٹس صاحب نے مختلف شعبوں سے متعلق نوٹس لیے تو ایسی ایسی چیزیں بے نقاب ہو رہی ہیں جن کا تصور تک محال تھا عدالت عظمیٰ نوٹس نہ لیتی تو منی لانڈرنگ کی ان وارداتوں میں ملوث عناصر کبھی قانون کی گرفت میں نہ آتے یہ پہلی بار ہوا ہے کراچی میں ایک بڑی ہاؤسنگ سوسائٹی کے خلاف عدالت عظمیٰ نے حکم صادر کر کے اسے متنبہ کیا ہے کہ اس کا گندا پانی سمندر میں وسیع پیمانے پہ گندگی کا باعث نہ بنے اور راولپنڈی میں 270 کنال سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کو ختم کرنے کا حکم سامنے آیا ہے۔ چیف جسٹس صاحب کے نوٹس ہی کے باعث پنجاب میں پنجاب حکومت کی زیر سرپرستی نجی کمپنیوں کا سکینڈل منظر عام پر آیا۔ منی لانڈرنگ کے حوالے سے جناب چیف جسٹس کی وجہ سے ہی کچھ جان آئی ہے۔

بے نامی اکاؤنٹس کا جعلی دستخطوں پہ بینکوں میں کھلنا اور اِن میں بھاری رقوم کی ترسیل

اور پھر ان رقوم کی دوسرے کھاتوں میں منتقلی سے چونکا دینے والے نام سامنے آ رہے ہیں۔ پاکستان میں کرپشن کا جال کتنا وسیع اور پھیلا ہوا ہے اس کا اندازہ تو آئندہ کچھ دنوں میں سامنے آئے گا۔ منی لانڈرنگ کہانی میں اب تک ایک شخص انور مجید کا نام ٹاپ پر سامنے آیا ہے پاکستانی عوام کی اکثریت کو تو ان صاحب کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کہ یہ اہم شخصیت کون ہے مگر سندھ میں تو یہ بات زبان زد خاص و عام ہے کہ آنجناب مردِ حر آصف زرداری کے دست راست ہیں زرداری صاحب کی سندھ میں شوگر ملوں کے چلانے میں اِن کا اہم کردار ہے۔

یہ منی لانڈرنگ کا سلسلہ کب سے اور کتنے عرصے سے چل رہا تھا اِس کے پیچھے لمبی داستانیں ہوں گی مگر قانون کی کسی گرفت میں ایسی کارروائی کبھی نہ آئی۔ کھاتوں میں پیسے بڑی بڑی پارٹیاں ڈال رہی تھیں اور آگے سے وہ پیسہ کہیں اور جا رہا تھا اور کسی کو ایسی کارروائیوں کی کانوں کان خبر نہ تھی۔ ان بڑے معاشی دہشت گردوں کے ناموں کے ذکر سے میڈیا میں بیٹھے افلاطون ٹائپ نام نہاد دانشور ہچکچاتے اور دبے لفظوں میں ذکر کرتے نظر آئے ہیں ماضی میں تو ایسی کارروائیوں کا تصور ہی نہیں تھا۔ اب شریف خاندان کے افراد کیوں چیختے چلاتے ہیں؟ صرف ان کے خلاف تو کارروائی نہیں ہو رہی۔ اپوزیشن اور حکومت میں بیٹھے کئی معاشی دہشت گردوں اور قبضہ مافیا کو سالہا سال تک کوئی پوچھنے والا نہیں تھا اور وہ بھی وہی کچھ کرتے رہے جو کراچی میں زرداری اینڈ کمپنی کے حوالے سے ہوتا رہا لیکن نہ پنجاب میں انہیں کوئی پوچھنے والا تھا نہ سندھ میں۔ لوٹ مار کا سلسلہ تو بہت پرانا ہے لیکن قومی وسائل کو لوٹنے کا منظر جس طرح جمہوریت کی چھتری تلے دیکھنے کو ملا، اس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ معاشی دہشت گردوں نے قومی وسائل کو بڑی بے رحمی کے ساتھ شیر مادر سمجھ کر لوٹا اور ملک کو کنگال کر کے رکھ دیا۔

جنرل ایوب خان کے بیٹے کیپٹن گوہر ایوب نے اپنے سسر جنرل حبیب اللہ خان کے ساتھ گندھارا انڈسٹری کیا لگائی، پورے ملک میں شور مچ گیا تھا۔ جنرل یحییٰ تو موج مستی میں ایسے مگن رہے کہ پیسے بنانے کی لت میں وہ کبھی نہ پڑے۔ بھٹو صاحب کے زمانے میں بھی ایسے سکینڈلز کبھی سامنے نہ آئے جو آج کل سننے کو ملتے ہیں۔ یہ تو جنرل ضیا الحق کی تیار کردہ جمہوریت کا ثمر ہے کہ ایک طرف شریف خاندان کے کارناموں کی گنجائش بنی اور دوسری طرف زرداری صاحب نے

اِس میدان میں گل کھلائے۔احتساب کا قانون بنانے والوں کے ہاتھوں ہی میں مذاق بن کے رہ گیا۔آصف زرداری اوران کی ہمشیرہ فریال تالپور کے خلاف منی لانڈرنگ کے حوالے سے کارروائی اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ پانامہ پیپرز سے بےنقاب ہونے والوں کی ہے۔کسی کومعلوم نہ تھا کہ نوازشریف پانامہ پیپرز کی لپیٹ میں آ جائیں گے؟ ہمارامیڈیا بھی نامعلوم وجوہات کی بناپر بڑے بڑے ناموں کا ذکر گول کر دیتا ہے۔ بڑے مگرمچھوں کی کرپشن کے بارے اکثر چینلز کے ٹاک شوز میں اس کا ذکرتک نہیں ہوتا ہے لگتا ہے میڈیا اپنے خودساختہ تحفظات کا شکار ہے؟

یہ تو اللہ تعالیٰ کا پاکستان پر خاص فضل وکرم ہے کہ احتساب کا شکنجہ کسا جارہا ہے حالانکہ ابھی کوئی نیا قانون سامنے نہیں آیا۔ وہی نیب کا پرانا ادارہ اور وہی نیب کا پرانا قانون ہے۔موسم بدلا، حالات بدلے اورقمرزمان چوہدری کی جگہ چیئرمین نیب جسٹس (ر) جاوید اقبال آئے اور سب کچھ بدل کے رہ گیا۔وہی پرانا نیب جو بڑوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکا تھا ایک نیا روپ لے کے آیا ہے اور اِس کے نام سے کرپٹ عناصر کانپ رہے ہیں۔اعلیٰ عدلیہ بھی وہی ہے جو مروّجہ قوانین کے تحت اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے لیکن جب سے عدلیہ کے نئے سربراہ آئے ہیں اعلیٰ عدلیہ کی کارکردگی میں نئی جان آ گئی ہے۔یہی نون لیگ تھی جو ایک زمانے میں اعلیٰ عدلیہ پہ حملہ کرنے کی جرات رکھتی تھی۔اب وہی نون لیگ بھیگی بلی کی طرح عدلیہ کے سامنے بےبس اورلاچار نظر آتی ہے۔آصف زرداری،فریال تالپور،نوازشریف اورمریم نواز بےشک شور مچائیں لیکن یہ حقیقت جھٹلائی نہیں جاسکتی کہ کرپشن کے ریفرنس میں یہ مجرم بنتے نظر آرہے ہیں۔ احتسابِ عدالت کا فیصلہ کمزور تھا یا اس میں گرائمر کی فلاں غلطیاں تھیں وہ شخص جو تین بار ملک کا وزیراعظم رہا ہو اسے قصوروار ٹھہرانا اہمیت کا حامل ہے جبکہ دوسرا بھائی خادم اعلیٰ پنجاب شہباز شریف بھی 40/45 خودساختہ کمپنیوں میں اربوں کے گھپلوں کے اسکینڈلز کے الزامات پر پیشیاں بھگت رہے ہیں اوران کے دونوں بیٹے بھی نیب کو مطلوب ہیں اوران کے دوساتھی خواجہ برادران بھی عدالت سے پیشگی ریلیف لینے کی کوششوں میں مصروف عمل ہیں۔احتسابی عمل سے بچنے کے لئے یہ جتنا شور مچائیں اب بچ نہیں سکیں گے۔

یہ بات اظہرمن الشّمس نظر آرہی ہے کہ ضیاءالحق آمریت کے بطن سے پھوٹنے والی

جمہوریت اپنی آخری سانس لے رہی ہے زرداری کی سیاست تو پہلے ہی دم توڑ چکی تھی اب نواز شریف کی سیاست بھی منطقی انجام کو پہنچنے والی ہے۔ بھاڑے کے ٹٹوؤں سے عدالت کے باہر شور شرابا کب تک ہوتا رہے گا۔معاشی دہشت گردوں کی مار دھاڑ سے کمائی گئی دولت کے انبار بھی خطرے میں پڑ چکے ہیں۔احتساب کے عمل میں تیزی آنے سے پی پی پی اور نواز لیگ کے کرتا دھرا سیخ پا ہیں۔نواز شریف اور مریم نواز جیل یاترا کے بعد کافی حد تک خاموشی اختیار کر چکے ہیں۔ ادھر اچھا ہوا کہ آصف زرداری اور فریال تالپور کے نام ای سی ایل میں ڈال دیئے گئے،نہیں تو خدشہ رہتا کہ حالات کو بھانپتے ہوئے فرار ہو جاتے۔منی لانڈرنگ پہ بنائی گئی جے آئی ٹی معاملے کی تہہ تک گئی تو بہت کچھ سامنے آجائے گا۔جیسا کہ پنجاب کا سیاسی نقشہ بدل رہا ہے، یہی عمل سندھ میں بھی جا پہنچے گا۔سوال صرف یہ ہے کہ کیا احتسابی عمل جس کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے، پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا؟ کیا احتسابی عمل یا سیاسی مصلحتوں کے تحت دم توڑ جائے گا ایک نیا این آر او آنے کی صدائے بازگشت سننے میں آرہی ہے۔

اللہ کرے پاکستانی قوم کا کرپشن کے خاتمے اور معاشی دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔کاش ان بدبخت کرپٹ عناصر کی سمجھ میں علامہ اقبالؒ کا یہ شعر آسکتا اور یہ پابہ زنجیر نہ ہوتے اور اپنی عاقبت خراب نہ کرتے۔

ے یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الٰہ اِلا اللہ

تو اللہ سے ڈر، جہاں بھی ہو

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 اقبال، تصوف اور علم کلام

مصنف: صلاح الدین ایوبی

ناشر: الفیصل، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

زیر تبصرہ کتاب فکر اقبال کے حوالے سے ایسی تصنیف ہے جس میں مصنف نہایت دلیرانہ انداز سے علامہ اقبال سے اختلاف کرتے ہیں اور یہی اس کتاب کا طرّہ امتیاز ہے۔ دنیائے علم میں اختلافِ آراء تحقیق وجستجو کا حُسن اور منزلِ مراد کے حصول کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تاریخ اسلامی میں دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد سیّدنا حضرت محمد ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب کی رحلت کے ساتھ ہی دینی تعبیرات ومسائل پر کثرت سے اتفاق کے ساتھ ساتھ اختلاف آراء کا مرحلہ سامنے آیا۔ جسے چند صدیوں کے مدّ وجزر کے بعد امّت نے احترام باہمی کے طور پر قبول کرلیا اور اعلیٰ علمی سطح پر قیل وقال کا باب کھلا رکھا گیا۔ فقہ وقانون کے شعبہ میں مذاہب اربعہ کے ساتھ علمائے ظاہر کے طبقات ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ اسی طرح عقائد کے میدان میں ازکار رفتہ یونانی علوم سے علمائے اسلام کا سابقہ پیش آیا تو جلد ہی علمائے حق نے فلسفہ وزندقہ کی سوچ سے اسلامی تعلیمات کے حق کو نمایاں کردیا۔

گذشتہ ایک ہزار سال کی اسلامی تاریخ میں کوئی یہ دعویٰ تو نہیں کرسکتا ہے کہ وہ ان مذاہب ونظریات سے بالاتر ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور سیّدنا حضرت محمد ﷺ سے براہِ راست

تحصیلِ علم اور اکتساب ایمان کیا ہے۔

تفصیلات میں جائے بغیر تمام علمائے اسلام اس تقسیم کے قائل وحامل نظر آتے ہیں۔ بعض اکابر علماء نے اس تقسیم سے بالاتر ہو کر گفتگو فرمائی تو سب کو احترام وادب سے دیکھا ہے۔ نتیجتاً عقائد کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں جب بھی اہل فکر ونظر گفتگو کرتے ہیں تو اپنے نقطہ نظر کے 'السابقون الاوّلون' کا ہی مقامِ مدح میں تذکرہ کرتے ہیں۔ اسی تفصیل کے مطابق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں انہوں نے امام غزالی، مولانا روم، شیخ مجدد، شیخ علی ہجویری، محمود غزنوی، اورنگ زیب اور احمد شاہ ابدالی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کا تذکرہ کیا ہے۔ اس تذکرہ کے بعد انہوں نے اپنے دور کے مسلمانوں میں بے عملی، دین سے دوری، فروعی مسائل پر بحث ومناظرے اور انگریز کی غلامی پر راضی ہونے پر سخت تنقید بھی کی ہے اور اسے مروّجہ تصوف وعقائد کی سطحی اور عوامی تشریحات کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ تصوف وعقائد کے میدان میں مروّجہ غیر اسلامی نظریات کی آمیزش کو مبرہن کیا ہے۔

صاحبِ تصنیف نے علامہ اقبال کے کلام میں اپنے ممدوحین کا ذکر نہ کرنے پر حدّ اعتدال سے قدرے تجاوز کیا ہے۔ اس کے باوصف ہم جناب صلاح الدین ایوبی کی اس کاوش کو اُمت مسلمہ کے مجموعی مصالح کے لیے مہمیز اور تازیانہ سمجھتے ہیں کہ وہ قوم جو کلام اقبال سے براہِ راست نہ جاگی وہ شاید اس کتاب سے جاگ جائے۔ اقبالیات کے شناوروں کے لیے تنقیدی اعتبار سے یہ کتاب فکر انگیز ہے اور کتب خانوں کی ضرورت ہے۔

2 مُدبّر پاکستان محمد علی جناحؒ

مصنف : ڈاکٹر ہارون الرشید تبسّم

ناشر : مثال پبلشرز، امین پور بازار، فیصل آباد

زیرِ تبصرہ تصنیف قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت اور تحریک پاکستان میں ان کی بے پناہ جدوجہد کے ساتھ ساتھ ان کی اسلام فہمی، روشن اقوال اور اہم تقاریر کا مجموعہ ہے۔ خصوصاً اختتامی صفحات میں 'محمد علی جناح _ چشم حیات سے آسودۂ خاک ہونے تک' ان کی زندگی کے حالات کو ماہ وسال کی ترتیب سے تحریر کرنا ایک امتیازی وصف ہے۔

جو قائداعظم کوئز میں حصہ لینے والوں کے لیے اعزاز حاصل کرنے کی شاہ کلید ہے۔ اسلام، عرب اور برعظیم پاک و ہند خصوصی طور پر قابل مطالعہ ہے جس میں مصنف نے دس سے زیادہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں قیام پاکستان کی نوید کو بیان کیا ہے۔ خصوصاً اکابرین تحریک پاکستان کے خواب بالخصوص مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، خان آف قلات کے پوتے وغیرہ جو قیامِ پاکستان کی بنیاد بنے قابل مطالعہ ہیں۔

پاکستانیات پر اہم معلوماتی کتاب کے ساتھ عوامی کتب خانوں کے ذخائر میں ایک حسین اضافہ ہے۔ (قیمت:-/400 روپے)

3 اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات

مصنف : ڈاکٹر فدا محمد

ناشر : ادارہ اشرفیہ عزیزیہ، کوہاٹ

زیر تبصرہ تصنیف تصوف، نفسانی کیفیات، عقل و شعور، حسیات اور طبی تشریحات ایسے موضوعات پر قابل قدر تحقیق ہے۔ تجلیاتِ روح اور ارتقا و تخلیق انساں پر صاحب تصنیف کی یہ کاوش قابل صد تعریف ہے۔ ایک طرف عقل انسانی خلاؤں کو عبور کرتے ہوئے چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈال رہی ہے تو دوسری طرف روحانی اعتبار سے صاحب کشف شخصیات بھی منظر عام پر آ رہی ہیں۔ اور ایسی تصانیف جن میں سائنسی مسائل کو اسلامی نقطہ نگاہ سے بیان کیا گیا ہو، منظر عام پر لائی جا رہی ہیں۔ مصنف ایک ماہر تشریح الاعضاء بھی ہیں اور روحانی معالج بھی ہیں۔ جنھیں عقیدہ و نظریہ اور اصلاح نفس کی فکر بھی دامن گیر ہے۔

زیر تبصرہ تصنیف قارئین کے لیے عمل صالح کی مہمیز ہے۔ کتب خانوں کی زینت اور دلدادگانِ تصوف کے لیے مشعل راہ ہے۔

وسائلِ رزق پر قبضہ

اور ـــــ ارتکازِ دولت کے شیطانی طریقے

بنی اسرائیل اور ـــــ یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ

اور بچاؤ کا راستہ

پر اہل علم کے تأثرات

1 پروفیسر عبدالخالق سہریانی، سیکرٹری رابطہ ادب اسلامی، ضلع جیکب آباد

’حکمت بالغہ‘ کا خصوصی شمارہ موصول ہوا۔ مشکور ہوں۔ آپ نے جس تحقیقی انداز سے یہود کے جدید معاشی ہتھکنڈوں کا پردہ چاک کیا ہے وہ نہایت ہی قابل قدر ہے۔ صرف ایک بات کی طرف توجہ دلانی تھی اس لیے فون پر کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے خط ارسال کرنے کا حکم دیا۔ گزارش یہ ہے کہ ابتدائی مسلم ادوار (بنوامیہ اور ہاشم) میں خلافت راشدہ کے طور طریقوں کے خلاف جو معاشی نظام وجود میں لایا گیا تھا جس کی تائید اس دور کے علما سے بھی حاصل کی گئی، امت مسلمہ پر اس معاشی نظام کے جو اثرات مرتب ہوئے اس بارے میں کچھ ذکر کرنے کی ضرورت تھی باوجود اس کے کہ یہ موضوع خصوصی نمبر کے موضوعِ عنوان سے ذرا مختلف تو تھا لیکن اُمت پر اثرات کے لحاظ سے نہایت اہم تھا۔ اس معاشی نظام کے اثرات مٹنے بھی نہ پائے تھے کہ یہودیوں کا جدید نظام، عالم اسلام پر مسلط ہو گیا جس نے امت کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی تحریرات اور خصوصی نمبر کے حوالہ سے ایک تاثر پیدا ہو رہا ہے کہ اب امام مہدی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آئے بغیر کسی اصلاح یا انقلاب کی کوئی امید نہیں رہی۔ کیا اس انداز فکر سے فکری جمود پیدا ہونے کا احتمال تو نہیں ہے؟ ویسے بھی بظاہر اُمت میں بیداری کی کوئی لہر نظر نہیں آ رہی۔ خط شائع کرنے یا جواب وغیرہ بھجوانے کی تکلیف نہ فرمائیں بات بھی اتنی اہم نہیں ہے، شاید کچھ مزید سوچنے پر حقیقت مجھ پر ظاہر ہو جائے۔

2 حافظ محمد موسیٰ بھٹو مدیر ماہنامہ بیداری، حیدر آباد سندھ

حکمت بالغہ مسلسل مل رہا ہے۔ نومبر کا خصوصی شمارہ ملا۔ اس سے پہلے بھی خصوصی شمارے ملتے رہے ہیں۔ ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ سے خدمتِ دین کا بڑا کام لے رہے ہیں۔ اس خصوصی نمبر میں سارا مواد اس قابل ہے کہ اسے پڑھا جائے اور عالمی ساہوکار اور اس کے پس پردہ قوت کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوفناک مقاصد اور سازشوں کو سمجھا جائے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بہتر حکمتِ عملی تشکیل دی جائے۔

آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ ہمیں ملّی ضرورتوں کے پیش نظر قیمتی مواد فراہم کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس مواد کو پڑھ کر دوسروں تک پہنچایا جائے اور جدید چیلنج کے حوالے سے ملّی شعور کو بیدار کیا جائے۔

3 غلام قادر ہراج پرنسپل (ر) جھنگ

حکمت بالغہ کی بارھویں خصوصی اشاعت 'وسائل رزق پر قبضہ، ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے، بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ'' میرے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے صفحہ اول کے اندر ایک حدیث مبارکہ پڑھی اور سوچا کہ کتنے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جو عالمی نظام خلافت کی بہاریں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اتنا تحقیقی مقالہ پڑھ کر دم بخود ہو گیا جو آپ نے یکجا کر کے قارئین کی آنکھیں کھول دیں۔ محکمات قرآنی، حضرت علامہ اقبال کی شاعری کی زبانی اور پھر ڈاکٹر اسرار احمد کا مضمون 'حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے' سے ماخوذ نظام عدل اجتماعی کا مطالعہ کیا۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ اور امریکی ریٹائرڈ جج رابرٹ ایچ بورک کی چشم کشا رپورٹ حقیقت پر مبنی ہے۔ میں نے 68 سال عمر تک کاغذی کرنسی کے بارے سوچا تک نہ تھا اور نہ ہی کہیں پڑھا تھا کہ دجال کے پیروکار کن کن ہتھکنڈوں سے دولت سمیٹ رہے ہیں۔ یہ وہ دنیا کا سب سے بڑا دھوکہ ہے جس کے نتیجے میں غریب آدمی غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور امیر امیر تر۔ حافظ مختار احمد گوندل صاحب کا مقالہ کرپٹو کرنسی اور نیو ورلڈ آرڈر سے متعلقہ مضامین چشم کشا تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ اقبال کے انقلابی فکر سے بیدار ہونے والی قوم نے ایک صدی میں تین مغربی عالمی صہیونی سپر طاقتوں کو زوال سے دوچار کر دیا۔ کاش کہ ہمارے محراب اور منبر ان سازشوں سے عام مسلمانوں کو آگاہ کرتے اور ایک دوسرے پر تکفیر (باقی برصفحہ 64)

آئینہ حکمتِ بالغہ

2018ء

سال 2018ء کے تمام شماروں کے مضامین کی فہرست کو یکجا کر کے ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں تاکہ تمام مضامین کو ایک نگاہ میں دیکھنے اور کسی مضمون کی تلاش میں آسانی ہو سکے۔

مشمولات — جنوری 2018ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الکافرون	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔معاشی ترقی......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	ہماری تعلیم پر مغربی فکر و تہذیب کے اثرات	ڈاکٹر محمد امین	9
5	سیرت امام المرسلین ﷺ (15)	ساجد محمود مسلم	28
6	تیل، روہنگیا مسلمان اور گریٹ گیم	سیّد عاصم محمود	38
7	قوموں کی حیات میں ان کی فکر کا عمل دخل	محمد نصر اللہ ندوی	43
8	شیخ ابوالعلا علامہ فضل حق خیر آبادیؒ	وسیم اعجاز	46
9	روہنگیا کے مظلوم مسلمان............	محمد منظور انور	49
10	رپورٹ: رحمۃ للعالمین ﷺ سیمینار	حافظ عطاء الرحمٰن	54
11	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		59

مشمولات — فروری 2018ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ النصر	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	5
4	پاک امریکہ تعلقات: ایک فیصلہ کن موڑ پر	جنرل مرزا اسلم بیگ	7
5	سیاسی زعماء اور جمہوریت کا کھلواڑ	محمد فہیم	11
6	موسیقی و مصوری کو نصاب کا حصہ بنانے کا فیصلہ	عبدالرشید ارشد	19
7	کینسر انڈسٹری	ملکہ نازلی	27
8	کرپشن کنگز، بدمعاش اشرافیہ......	ابوفیصل محمد منظور انور	36
9	سیلفی کے نقصانات	بنت ضیاء الرحمٰن	42
10	روئیداد، اردو تحریک عالمی کی محافل شعر و ادب	محمد فیاض عادل فاروقی	49
11	اہل علم کے تاثرات		54

مشمولات — مارچ 2018ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو۔ پاکستان کی قومی سیاست میں	انجینئر مختار فاروقی	6
4	زینب کا قاتل یہ نظام ہے	محمد رفیق چودھری	9
5	سیرت امام المرسلین ﷺ (16)	ساجد محمود مسلم	14
6	ساتھیوں کی خدمت کرنا	پیر ذوالفقار احمد نقشبندی	22
7	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان	حافظ مختار احمد گوندل	27
8	فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب...........	محمد منظور انور	41
9	دیباچہ کتاب: اسلام کے غلبہ کا استدلالی پہلو	مولانا غلام اللہ خان حقانی	46
10	'انگلستان میں اسلام' ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا	محمد فیاض عادل فاروقی	48
11	تبصرہ و تعارف کتب		50
	اہل علم کے تاثرات		55

مشمولات — اپریل 2018ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ اخلاص	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔اقوام متحدہ کا ادارہ......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اللہ کی بے آواز لاٹھی	محمد فہیم	11
5	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 6	حافظ مختار احمد گوندل	16
6	ملک شام سے متعلق حضور ﷺ کی پیش گوئیاں	محمد منظور انور	25
7	اسلامی مکاتب فکر میں اتحاد کی ضرورت......	قاری رمضان نجم	29
8	واحد دجالی نظام میں دنیا کو جکڑنے کا منصوبہ	انیس الرحمٰن	47
9	انجمن خدام القرآن جھنگ سالانہ رپورٹ 2017ء		55
10	تبصرہ و تعارف کتب		62

مشمولات — مئی 2018ء

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الفلق، الناس	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ دائمی گورارنگ کرنے......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ رمضان المبارک	حافظ عطاء الرحمٰن	9
5	پیغامِ پاکستان	انجینئر مختار فاروقی	17
6	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 7	حافظ مختار احمد گوندل	29
7	اوریا مقبول جان سے فکر انگیز انٹرویو	ارشاد احمد ارشد	40
8	کیا ہم زندہ قوم ہیں؟	ابوفیصل محمد منظور انور	50
9	اہل علم کے پیغام و تاثرات		56
10	تبصرہ و تعارف کتب		61

مشمولات — جولائی 2018ء

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ مسلمانانِ پاکستان......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	مقامِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	10
5	سیکولر اور مذہبی تعلیم کے بنیادی تصورات	محمد دین جوہر	23
6	آنکھوں کی خیانت	غلام قادر ہراج	31
7	اہل قلم سیمینار سے خطاب	پروفیسر حسن محمود اقبال	36
8	حیاء ___ باطنی زندگی کا ہی دوسرا نام ہے	حافظ عطاء الرحمٰن	43
9	پھر سوئے حرم لے چل	محمد منظور انور	49
10	باطل کی یلغار اور مسلمان قوم	محمد فہیم	54
11	دورۂ ترجمۃ القرآن رپورٹ	انجینئر عبداللہ اسماعیل	57
12	تبصرہ و تعارف کتب	حافظ مختار احمد گوندل	59

مشمولات — ستمبر 2018ء

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ ریاست مدینہ کا عکس جمیل......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	"پیغامِ پاکستان"...... تنظیم اسلامی کا مؤقف	حافظ عاکف سعید	10
5	حکمت اقبال پر ایک عمومی نظر	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	16
6	برطانیہ...... کتنی دولت لوٹ کے لے گیا؟	مرسلہ: انجینئر عبداللہ اسماعیل	32
7	توحید کی خوشبو پھیلی ہے شش جہات	محمد فیاض عادل فاروقی	43
8	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 9	حافظ مختار احمد گوندل	45
9	یومِ آزادی۔۔ہم سب کا پاکستان	محمد منظور انور	55
10	تبصرہ و تعارف کتب		61

مشمولات — جون 2018ء

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الفاتحہ	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ قیام پاکستان _ لیلۃ القدر......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	ولی عہد سعودی عرب کے تیز ترین اقدامات!	رضی الدین سیّد	9
5	"مہذب حیوانیت"	مسز بینا حسین خالدی	13
6	توبہ کی ضرورت و اہمیت	مولانا محمد انور چیمہ	19
7	حضرت محمد ﷺ کے رمضان المبارک	حافظ مختار احمد گوندل	25
8	ماہِ صیام تجدید عہد وفا کا موقع	ابوفیصل محمد منظور انور	38
9	اعتکاف: روحانی سفر کا راستہ	پروفیسر نصیر الدین شبلی	44
10	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نقصانات	محمد عاصم حفیظ	47
11	استقبالِ رمضان...... پروگرام کی رپورٹ	انجینئر عبداللہ اسماعیل	49
12	مجلس اقبال چشمہ...... اقبال کانفرنس رپورٹ	محمد ریاض	53
13	سیمینار سے افتتاحی کلمات	انجینئر مختار فاروقی	55
14	حیاء کا مفہوم اور اہمیت	پروفیسر مہر غلام سرور	61

مشمولات — اگست 2018ء

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ پاکستان ___ ایک انوکھا......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اہل قلم سیمینار سے خطاب	ڈاکٹر طالب حسین سیال	10
5	اسلامی انقلاب کے لیے روڈ میپ	رضی الدین سیّد	19
6	70 سال کی فلسطینی نکبت	محسن فارانی	29
7	ایلومیناتی سیاست اور دجال کی عالمی حکومت	رفیق چودھری	33
8	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 8	حافظ مختار احمد گوندل	38
9	اسلام ایک زندہ جاوید مکمل تہذیب	پروفیسر رشید احمد انگوی	49
10	نیا جال لائے پرانے شکاری	محمد منظور انور	53
11	25 روزہ کورس کے شرکاء کے تاثرات		59
12	تبصرہ و تعارف کتب		62

مشمولات — اکتوبر 2018ء

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ پاکستان ایک اعلیٰ مقصد......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اللہ کی ذات اور اس کی صفات	پروفیسر ڈاکٹر محمد امین	11
5	حکمت اقبال پر ایک عمومی نظر 2	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	21
6	صلیبیوں کے فکری و عسکری حملے	رضی الدین سیّد	33
7	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 10	حافظ مختار احمد گوندل	41

8	علامہ اقبال کے پیغام کو عام کریں — محمد منظور انور	48
9	کامیابی کا صرف ایک راستہ — انجینئر محمد رشید عمر	53
10	سوشل میڈیا ایمان کا دشمن — ثاقب نذر	56
11	اردو تحریک عالمی برطانیہ — عمیر زبیر	61

مشمولات — نومبر 2018ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	7
3	باب 1	9
4	باب 2	131
5	باب 3	151
6	باب 4	193
7	باب 5	227
8	باب 6	239
9	باب 7	257
10	باب 8	267
11	باب 9	281

خصوصی اشاعت

وسائل رزق پر قبضہ
اور ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے
بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج
کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ

12	باب 10	291
13	ضمیمہ جات	301

مشمولات — دسمبر 2018ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات — سورۃ البقرۃ	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات	5
3	حرفِ آرزو — انجینئر مختار فاروقی	6
4	اقبال کا قرینہ عشق رسول ﷺ — ڈاکٹر طالب حسین سیال	10
5	قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ — محمد متین خالد	20
6	امریکہ، مغرب اور اسرائیل اور عالم اسلام — مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	34
7	افکارِ اقبال کی خوشبو — پروفیسر رشید احمد انگوی	41
8	عیش و عشرت کی ثقاوت دعوت کی روایت — پروفیسر خالد جامعی	48
9	معاشی دہشت گردوں مسخروں کا احتساب...... — محمد منظور انور	52
10	تبصرۂ کتب	57
11	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تأثرات	60
12	آئینہ حکمت بالغہ 2018ء	62

بقیہ از — اہل علم کے تأثرات

کے فتوے نہ لگاتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور زیادہ طاقت عطا فرمائے۔

4 کرنل (ر) اشفاق احمد، ڈائریکٹر بلڈنگ کنٹرول DHA، لاہور

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت اور اس کے غیر معمولی مندرجات پر میں آپ سب سفیرانِ حق کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ تمام مضامین جاندار، پرمغز، انتہائی علمی اور عصری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ یہ شمارہ حق و باطل کی لازوال کشمکش کی طاقتور تصویر کشی کرتا ہے اور باطلی قوتوں کی جلی و خفی سازشوں سے پردہ ہٹا کر اُمت مسلمہ کے لیے واضح لائحۂ عمل متعین کرتا ہے۔ آپ کی یہ بے مثال کاوش ہماری نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور درسگاہوں میں نصاب بننے کے لائق ہے۔ آج کے پرآشوب دور اور کٹھن حالات میں اللہ آپ کو امت مرحومہ کی راہنمائی کے لیے ایسی شاندار کاوشوں کی مزید توفیق عطا فرمائے اور اسے آخری گروہ شرف انسانی کے بے فیض سفر سے سوئے حرم مراجعت کا شافی سامان بنائے، آمین۔